نمبر ۸ | مورخہ ۱۸ جولائی سنہ ۱۹۳۱ء | یوم شنبہ | مطابق یکم ربیع الاول سنہ ۱۳۵۰ھ | جلد ۱۹

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے بخیر و عافیت ہیں۔ خاندان نبوت میں بھی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔

۱۴ر جولائی میاں عبد اللہ خان صاحب والیٔ مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے۔

۱۶ر جولائی جامعہ احمدیہ میں اڑھائی ماہ کی موسمی تعطیلات ہوئیں ناظر صاحب دعوت و تبلیغ کی تحریک پر تمام طلبا ر نے پندرہ پندرہ دن کے لئے میدان تبلیغ میں کام کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔

۱۷ر جولائی حافظ مبارک احمد صاحب جامعہ احمدیہ کے دو طلبا ساتھ لے کر ملاں وال ضلع گورداسپور غیر احمدیوں کی درخواست پر پادری عبد الحق کے ساتھ مناظرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جامعہ احمدیہ کی مبلغین کلاس کی آخری جماعت میں مولوی ظفر محمد صاحب اور رحمان شاہ محمد عمر صاحب تعلیم پا رہے تھے۔ دونوں آخری امتحان میں کامیاب ہو گئے۔

سید منظور علی شاہ صاحب کلرک جامعہ احمدیہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ خدا تعالیٰ مبارک کرے۔

مسلمانانِ سرینگر پر گولی چلانے کا اندوہناک حادثہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا تار وائسرائے ہند کو

سری نگر کے مسلمانوں پر پولیس کے گولی چلانے کے متعلق حسب ذیل تار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے وائسرائے ہند کو بھیجا۔ (ایڈیٹر)

یور ایکسی لنسی کشمیر میں مسلمانوں کی خستہ حالی سے ناواقف نہیں۔ تازہ ترین اطلاعات سے پایا جاتا ہے۔ کہ مسلمانوں پر نہایت ہی خلاف انسانیت اور وحشیانہ مظالم کا ارتکاب شروع ہو گیا ہے۔ ۱۳ جولائی کو سری نگر میں جو کچھ ہوا۔ وہ فی الواقعہ تاسف انگیز ہے۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کی اطلاع کے مطابق ۹ مسلمان ہلاک اور متعدد مجروح ہوئے ہیں۔ لیکن پرائیویٹ اطلاعات سے پایا جاتا ہے۔ کہ سینکڑوں مسلمان ہلاک اور مجروح ہوئے ہیں۔ ریاست سے آنے والی تمام خبروں پر سخت سنسر ہے یہی وجہ ہے۔ کہ ہمیں جو تار موصول ہوا۔ وہ سیالکوٹ سے دیا گیا ہے ہز ہائینس مہاراجہ کشمیر کے تازہ اعلان کے معاً بعد جس میں انہوں نے اپنی مسلم رعایا کو کئی طرح کی دھمکیاں دی ہیں۔ اس قسم کی واردات کا ہونا صاف بتاتا ہے۔ کہ یا تو غریب مسلمانوں پر بلا وجہ حملہ کر دیا گیا ہے۔ اور یا ایک نہایت ہی معمولی سے بہانہ کی آڑ لے کر ان بے چاروں کو سفاکی کے ساتھ ذبح کر دیا گیا ہے۔

کشمیر میں مسلمانوں کی بھاری اکثریت ہے۔ لیکن ان کے حقوق

اسلامی ممالک کی خبریں اور اہم کوائف

ملک فیصل کے نام والیٔ حجاز کا تعزیتی پیغام

سلطان ابن سعود نے جب مکہ پر قبضہ کیا۔ تو اس وقت وہاں ملک حسین کی حکومت تھی۔ اب جبکہ ملک حسین غریب الوطنی میں فوت ہوا۔ تو سلطان ابن سعود نے ان کے فرزند ملک فیصل والیٔ عراق کے نام تعزیت کا پیغام ارسال کیا۔ جس کے جواب میں ملک فیصل نے آپ کو شکریہ کا پیغام بھیجا۔ ان دونوں خاندانوں کے تعلقات کا عمدہ ہونا عرب کے لئے بہت مفید ہو سکتا ہے

بغداد میں اخبارات پر سختی

بغداد کی ایک اطلاع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ عیسائی مشنریوں کی شکایات سے متاثر ہو کر حکومت نے جرائد "تنویر الافکار"۔ "الاعتصام" اور "الہدایت" کو بند کر دیا ہے ؛

سلطان مغرب اقصیٰ پیرس میں

معاصر الشوریٰ راوی ہے۔ کہ مغرب اقصیٰ کے سلطان عنقریب پیرس جانے والے ہیں۔ اس سفر کا مقصد فرانس کے جدید صدر کے ساتھ روابط کا استحکام بتایا جاتا ہے ؛

ٹیونس سے عربی اخبارات کا اجرار

ٹیونس سے پہلے ایک اخبار "الوزیر" نکلتا تھا جسے فرانسیسی گورنمنٹ نے بند کر دیا۔ اب اس کی بجائے "المنیر" جاری ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور اخبار "العالم" بھی جاری ہوا ہے ؛

قدس میں ایک نئی جماعت کا قیام

معاصر الشعب، قدس لکھتا ہے۔ کہ یہاں ایک السیعی جماعت عنقریب معرض وجود میں آئی ہے۔ جس کا مقصد استقلال وطن کے لئے جد و جہد اور انتداب کی لعنت سے آزادی حاصل کرنا ہے نیز لوگوں کے اندر قومی روح کا پیدا کرنا ؛

کمال پاشا کا عزم یورپ

کئی سال سے کمال پاشا یورپ کی سیاحت کا ارادہ رکھتے تھے مگر اندرونی معاملات نے اسے پورا نہیں ہونے دیا۔ اب ترکی کے سرکاری اخبارات نے اعلان کیا ہے۔ کہ اس موسم گرما میں آپ ضرور یورپ جائیں گے ؛

سرحد ترکی پر ڈاکوؤں کا حملہ

شاہی ڈاکوؤں کی ایک جماعت نے سرحد کو عبور کر کے دس میل کے فاصلہ پر واقعہ ایک قصبہ پر حملہ کر دیا۔ اور پانچ آدمی ہلاک کر دیئے۔ جن میں سے تین پولیس کے ملازم تھے۔ فوج کے دستے نے آ کر ڈاکوؤں کو گرفتار کر لیا ؛

حجاج کی تعداد

معاصر ام القریٰ راوی ہے۔ کہ امسال حج کے لئے سمندر کے راستہ آنے والوں کی کل تعداد ۴۰۱۵۳ تھی ؛

طرابلس میں مصری اخبارات کا داخلہ بند

طرابلس میں اطالوی مظالم کے واقعات کی تحقیقات کے لئے ایک آزاد کمیٹی کے تقرر کی تجویز کی گئی تھی۔ جسے حکومت اٹلی نے نامنظور کر دیا ہے۔ اس پر مصری اخبارات نے لکھا۔ کہ یہ نارضامندی اٹلی کی چیرہ دستیوں کا ثبوت ہے۔ اس وجہ سے حکومت اٹلی نے مصری اخبارات کا داخلہ بند کر دیا ہے ؛

پنجابی آرٹسٹ کا تحفہ والیٔ کابل کی خدمت میں

پنجاب کے مشہور مصور پروفیسر اللہ بخش صاحب نے شہزادہ احمد علی خان درانی کی وساطت سے شاہ کابل کو ان کی ایک رنگین قد آدم تصویر بنا کر بطور ہدیہ ارسال کی ہے جس پر شاہ موصوف نے بہت پسندیدگی کا اظہار کیا ؛

طرابلس غرب کے پناہ گزینوں کی واپسی

طرابلس غرب کے جو مسلمان اٹلی کے مظالم کی وجہ سے بھاگ کر مصر آ گئے ہیں۔ ان کے متعلق حکومت اٹلی نے مصری حکومت کو لکھا ہے۔ کہ انہیں واپس کر دیا جائے۔ معلوم ہوا ہے۔ مصری حکومت نے ان کو واپس چلے جانے کا حکم دے دیا ہے ؛

مباہلہ میں شامل ہونے والے اصحاب کو اطلاع

ایک گذشتہ پرچہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا جو خطبہ جمعہ شائع ہو چکا ہے۔ اس میں احباب نے پڑھا ہوگا۔ کہ ایک مباہلہ کا چیلنج منظور فرماتے ہوئے حضور نے اپنی جماعت کے ایک ہزار افراد کو مباہلہ میں شامل کرنے کا شرف عطا کیا ہے۔ پس جو احباب یقین اور وثوق اور مشاہدہ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لا چکے ہیں۔ اور مباہلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے نام استخارہ کے بعد بہت جلد ارسال کر دیں ؛

چونکہ ایسے ناموں کی جلد ضرورت ہے۔ اس لئے استخارہ ایک آدھ دن کا کافی ہوگا۔ صرف پہلے ایک ہزار نام مباہلہ کی فہرست میں درج کئے جائیں گے ؛

جن احباب نے اب تک سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں مباہلہ میں شامل ہونے کی درخواست کی ہے۔ اُن سب کے نام درج فہرست کر لئے گئے ہیں ؛

خاکسار پرائیویٹ سکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان

کے متعلق

ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز کی رائے

آج (۴ا جولائی) میں نے بمعیت سردار تارا سنگھ صاحب ایم۔ اے اور اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب بٹالہ تعلیم الاسلام ہائی سکول کا اچانک بلا اطلاع معائنہ کیا۔ سکول کا کام بدستور جاری تھا۔ اس وقت تعداد طلباء مڈل اور ہائی میں ۳۰۹ ہے۔ برخلاف اس کے گذشتہ اکتوبر میں یہی تعداد ۲۴۳ تھی۔ جو ایک نمایاں ترقی ہے۔ اور یہ اس امر کا ثبوت ہے، کہ سکول دن بدن ترقی کر رہا ہے۔ اور شوق تعلیم کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ حاضر طلباء کی تعداد ۲۸۴ تھی۔ گویا ۹۰ فیصدی کے قریب حاضر تھے۔ یہ ایک مسرت بخش امر ہے۔ مجھے یہ بھی دیکھ کر خوشی ہوئی۔ کہ طلباء میں اخبار پڑھنے کا مذاق خاص طور پر پیدا کیا جا رہا ہے۔ عام طور پر سکول کی ہر جماعت کے ایک سے زیادہ فریق ہیں۔ ایک فریق ڈرل کو جاتا، تو دوسرا زیر نگرانی استاد اخبار پڑھنے کے لئے ہال میں آ جاتا ہے۔ جہاں جتنا کسی طالب علم کے لئے مقررہ وقت کے اندر پڑھا جا سکتا ہے۔ وہ پڑھ لیتا ہے۔ ضبط و انتظام بدستور سابق اطمینان بخش ہے۔ عملہ سکول تعداد و قابلیت کے لحاظ سے ہر طرح کافی و وافی ہے۔ تعلیمی کام بڑی سرگرمی سے جاری ہے ؛

دستخط شیخ محمد ظہور الدین ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز لاہور ڈویژن

جماعت احمدیہ شیخوپورہ کا سالانہ جلسہ

انجمن احمدیہ شیخوپورہ کا سالانہ جلسہ ۱۸-۱۹ جولائی ۱۹۳۱ء کو ہوگا۔ قادیان سے مولوی محمد یار صاحب اور مولوی اللہ دتا صاحب۔ شیخ بشیر احمد صاحب وکیل گوجرانوالہ جناب میر عبد السلام صاحب سیالکوٹ سے اس جلسہ میں شامل ہونگے۔ اردگرد کی احمدیہ جماعتوں کو چاہیئے۔ کہ وہ خود شامل ہوں۔ اور غیر احمدی دوستوں کو ساتھ لائیں۔ اس جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے پوری جد و جہد کی جائے ؛ ناظر دعوۃ التبلیغ قادیان

سن رائز کے وی پی آتے ہیں

سن رائز انگریزی اخبار ہفتہ وار اپنے مضامین کی عمدگی کی وجہ سے مقبولیت عامہ حاصل کر رہا ہے۔ جن خریداروں کا چندہ ماہ جولائی میں یا اس سے پہلے ختم ہو چکا ہے ان سب کے نام چندہ وصول کرنے کے لئے وی۔ پی کئے جا رہے ہیں۔ یہ وی۔ پی ضرور وصول کر لئے جائیں۔ اور احباب کرام اس مفید ملک و ملت اخبار کی توسیع اشاعت کے لئے خاص توجہ (منیجر سن رائز)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۸ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۸ جولائی سنہ ۱۹۳۱ء | جلد ۱۹

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

سید محمد شریف صاحب امیر جماعت اہلحدیث کے

اشتہار مباہلہ کا جواب

میرے اُس اشتہار کے جواب میں جو سید محمد شریف صاحب امیر جماعت اہلحدیث کے چیلنج مباہلہ کے متعلق پچھلے دنوں میں نے شائع کیا تھا۔ سید صاحب موصوف کی طرف سے ایک دوسرا اشتہار شائع ہوا ہے۔ اس اشتہار میں انہوں نے اول تو یہ سوال اٹھایا ہے کہ مباہلہ سے پہلے کسی تقریر کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہر دو فریق ایک دوسرے پر کافی حد تک اتمام حجت کر چکے ہیں۔ بس بغیر تقریروں کے مُباہلہ کے میدان میں آجانا چاہیئے :۔

مجھے سید صاحب موصوف کے اس بیان پر تعجب ہے۔ ہم لوگ اس بات کو نہیں بھول سکتے۔ کہ نجران کے مسیحیوں کو مباہلہ کا چیلنج حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی کے آخری ایام میں دیا تھا۔ اس سے پہلے بیس سال سے زائد عرصہ تک قرآن کریم آپ پر نازل ہوتا اور شائع ہوتا رہا۔ خود علاقہ یمن میں جس سے یہ مسیحی لوگ آئے تھے۔ اسلام کی اشاعت کافی طور پر ہو چکی ہوئی تھی۔ پس باوجود ایک لمبا عرصہ عقلی و نقلی دلائل پیش کرنے کے اور باوجود زبردست نشانات کے متواتر ظاہر ہونے کے پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو فوراً ہی مباہلہ کی دعوت نہیں دی تھی۔ بلکہ بڑی لمبی بحث کے بعد انہیں مباہلہ کے لئے بلایا تھا۔ حتے کہ اس شدتِ بحث کی وجہ سے بقول عبد اللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَیْتَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اَھْلِ نَجْرَانَ حِجَابًا۔ کاش میرے اور اہل نجران کے درمیان ایک پردہ ہوتا۔ یعنی انہوں نے بحث کو اس کی حدود سے بھی آگے گزار دیا تھا۔ اور کج بحثی پر اُتر آئے تھے۔ کیا قبل مباہلہ نزول واشاعت قرآن کریم کے بعد کافی نہ تھا۔ کہ آپ اس بحث میں پڑتے اور فوراً مباہلہ کا چیلنج دے دیتے؟

اصل بات یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت وسیع ہے۔ اور وُہ چاہتا ہے۔ کہ آخری وقت تک فریق مخالف پر حجت تمام کی جائے۔ اور مباہلہ کے وقت تک اُسے موقعہ دیا جائے۔ کہ وُہ دلائل رحمت کو مان لے۔ اور دلائلِ عقلیہ کا طالب نہ ہو۔ پس یہ مسنون طریق کسی صورت سے چھوڑا نہیں جاسکتا۔ اگر سید محمد شریف صاحب اپنی طرف سے حجت کو تمام شدہ سمجھتے ہیں۔ تو میری طرف سے ان کو اجازت ہے۔ کہ وُہ تقریر نہ کریں۔ میں اپنے عقیدے کی رو سے مجبور ہوں۔ کہ مباہلہ سے پہلے اپنے عقائد اور دلائل بیان کر دوں۔ تاکہ اس وقت بھی اگر کوئی شخص مباہلہ سے ہٹنا چاہے۔ تو ہٹ جائے اور مباہلہ سے بچ جائے :۔

دوسری بات انہوں نے یہ لکھی ہے۔ کہ میں ایک ہزار آدمی سے بھی زیادہ مباہلہ کے لئے اپنے ہمراہ لا سکتا ہوں۔ لیکن چونکہ آیت قرآنیہ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَکُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ سے ثابت ہے۔ کہ دوسرے لوگ ساتھ نہ تھے۔ اس لئے میں قرآنی مباہلہ تبدیل نہیں کر سکتا۔ سید صاحب موصوف یہ بھی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ کسی صاحب علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں۔ کہ باوجود ایک لاکھ صحابہ کی موجودگی کے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی کو بھی ساتھ نہیں لیا تھا۔ مجھے تعجب ہے۔ کہ باوجود آیت قرآنیہ کے نقل کر دینے کے پھر بھی سید صاحب موصوف کا خیال ہے۔ کہ مباہلہ میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اور کوئی شخص نہ تھا۔ سید صاحب نے اپنے پہلے اشتہار میں اس آیت کا ترجمہ خود ہی یوں کیا ہے :۔

"ہم اپنی جانوں کو بلائیں۔ تم اپنی جانوں کو بُلا ؤ"۔

میں پوچھتا ہوں۔ کہ "ہم" اور "تم" کون ہیں۔ جن کی ایک ایک سے زیادہ جانیں ہیں؟ بیٹوں۔ بیٹیوں اور بیویوں کا ذکر تو پہلے آچکا تھا۔ اب یہ اَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ سے مراد کون لوگ ہیں؟ جب وُہ خود اپنے ترجمہ میں اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے مباہلہ کرتی ہے۔ تو اب وہ کس طرح اس بات کا انکار کر سکتے ہیں؟ ہر شخص جو عربی زبان سے ذرہ بھی مس رکھتا ہے۔ وُہ جانتا ہے۔ کہ اس آیت میں جماعت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابوحیان اپنی تفسیر "بحر محیط" میں تحریر فرماتے ہیں۔ قَالَ قَوْمٌ اَلْمُبَاھَلَۃُ کَانَتْ عَلَیْہِ وَعَلَی الْمُسْلِمِیْنَ بِدَلِیْلِ ظَاھِرِ قَوْلِہٖ نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَکُمْ۔ پس عربی زبان کے محاورے کے مطابق آیت مباہلہ سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایک جماعت کا مباہلہ دُوسری جماعت سے ہو :۔

آپ یہ نہیں فرما سکتے۔ کہ جمع کے الفاظ بیٹوں اور بیٹیوں کی شمولیت کی وجہ سے ہیں۔ یا یہ کہ دوسرے فریق کی شمولیت کی بناء پر ہیں۔ کیونکہ اَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ سے پہلے بیٹے بیٹیوں کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس لئے وُہ ان الفاظ میں شامل نہیں۔ اور دوسرا فریق بھی اَنْفُسَنَا میں شامل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کا ذکر اَنْفُسَکُمْ میں علیحدہ کیا گیا ہے۔ سید صاحب موصوف کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ تمام احادیث اس بات پر متفق ہیں۔ کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کو مباہلہ کے لئے بلایا تھا۔ وُہ کوئی ایک شخص نہ تھا۔ بلکہ وُہ ایک جماعت تھی مختلف حدیثوں اور تاریخوں سے ان لوگوں کی تعداد ساٹھ سے ستر تک ثابت ہوتی ہے۔ اور جہاں تک میرا حافظہ کام دیتا ہے۔ ایک حدیث بھی ایسی نہیں۔ جس میں صرف کسی ایک شخص کو مباہلہ کے لئے بُلانے کا ذکر ہو بلکہ تمام احادیث میں جماعت کو ہی بُلانے کا ذکر ہے :۔

اب رہا یہ سوال کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اکیلے ہی مباہلہ کے لئے نکلے تھے۔ سو اگر اسے تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو اس کی وجہ ظاہر ہے۔ کہ جس طرح رسول تمام اُمت کی طرف سے کھڑا ہو سکتا ہے اسی طرح کوئی اور شخص کھڑا ہونے کا حقدار نہیں۔ لیکن احادیث اور تاریخ پر نگاہ ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ خیال درست نہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکیلے مباہلہ کے لئے نکلے تھے :۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ہر صاحب علم جانتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک صحابی بھی نہیں نکلا تھا۔ حالانکہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اور ابن عساکر کی ایک روایت ہے۔ جَاءَ بِاَبِیْ بَکْرٍ وَّوَلَدِہٖ وَبِعُمَرَ وَوَلَدِہٖ وَبِعُثْمَانَ وَوَلَدِہٖ وَبِعَلِیٍّ وَّوَلَدِہٖ۔ یعنی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حضرت ابوبکر صدیق اور ان کی اولاد۔ حضرت عمرؓ اور ان کی اولاد حضرت عثمان اور ان کی اولاد۔ اور حضرت علی اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم کو اپنے ساتھ لے کر نکلے تھے۔ لیکن اسی پر بس نہیں۔ علامہ ابوحیان ایک

جماعت مسلمین کا قول یہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ لَوْ عَزَمَ نَصَارٰی نَجْرَانَ عَلَی الْمُبَاھَلَۃِ وَجَاءُوْا لَھَا لَاَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِیْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا اِلَیْھِمْ لِلْمُبَاھَلَۃِ۔

یعنی اگر نجران کے عیسائی مباہلہ کے لئے آمادہ ہو جاتے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باقی مسلمانوں کو بھی حکم فرماتے۔ کہ وہ اپنے اپنے اہل وعیال سمیت آپ کے ساتھ مباہلہ میں شامل ہوں۔ پس مسنون مباہلہ بھی ہے۔ کہ جماعت جماعت کے ساتھ مباہلہ کرے؛

تیسری بات سید صاحب موصوف نے یہ تحریر فرمائی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر نصارٰی میرے مقابل پر آجاتے۔ تو ان پر آگ برستی۔ اگر سید صاحب کی مراد یہ ہے۔ کہ اگر فریقین میں سے کسی پر آگ نہ برسے۔ تو مباہلہ کو باطل سمجھا جائے گا؟ تو میں اس سے متفق نہیں ہر گز کسی عیسائی یا ہندو کو اس سے مباہلہ کرنے کے لئے تیار کر دیتا ہوں۔ اگر اس پر آسمان سے آگ برسے۔ یا وہ سؤر یا بندر ہو جائے جیسا کہ بعض دوسری احادیث میں آتا ہے۔ تو پھر ان کا حق ہوگا۔ کہ وہ مباہلہ کے اثر کو ان باتوں تک محدود رکھیں۔ ورنہ خدا تعالیٰ نے صرف لعنت کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اور یہی لفظ میاں بیوی کے ملاعنہ کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ لیکن ان میں سے کسی ایک مقام پر بھی خدا تعالیٰ کی سنت کو کسی خاص عذاب میں محدود اور محصور نہیں کیا گیا۔ پھر اس جگہ کیوں ایسا کیا جائے؟ میاں بیوی میں ملاعنہ امت محمدیہ میں سینکڑوں دفعہ ہو چکا ہے۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بھی ہوا ہے۔ مگر نہ کبھی آگ برسی اور نہ کبھی کوئی بندر یا سؤر بنا۔ جب اللہ تعالیٰ ایک عام لفظ استعمال کرتا ہے۔ تو کسی بندہ کا کیا حق ہے۔ کہ وہ اس کے معنے کو محدود کر دے؟

چوتھی بات سید صاحب موصوف نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ ان کی طرف سے مولوی حمید اللہ صاحب روپڑوی اور مولوی اسد اللہ یوسف صاحب دیناںگری مبادیات کے طے کرنے کے لئے مقرر ہونگے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ اتمام حجت اور مباہلہ میں ایک جماعت کا شامل ہونا قرآن کریم سے یقینی طور پر ثابت ہے۔ اور احادیث اس کی مؤید ہیں۔ اور ایک حدیث بھی اس کے مخالف نہیں۔ پس ان دونوں شرطوں کا پہلے طے ہو جانا ضروری ہے۔ اگر وہ ان دونوں شرطوں کو تسلیم کر لیں۔ تو میرے نائب امیر جماعت احمدیہ امرتسر کے مکان پر ۱۱ ان کی تحریر کے موجب آ جائیں گے۔ اور جیسا کہ سید صاحب موصوف نے تحریر فرمایا ہے۔ ان کی گفتگو تحریر میں آتی رہے گی تاکہ بعد میں اختلاف پیدا نہ ہو؛

سید صاحب موصوف نے آخر میں اپیل کی ہے۔ کہ غیر ضروری باتوں میں وقت ضائع نہ کیا جائے۔ میں بھی ان سے کہتا ہوں۔ کہ وہ اپنی اس تحریر کے مطابق میرے اور اپنے وقت کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ جب اتمام حجت کے وہ بھی قائل ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ مباہلہ سے پہلے اتمام حجت کا موقعہ دینا وہ پسند نہیں فرماتے؟ اور جبکہ آیت قرآنیہ اور تمام احادیث سے ثابت ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جماعت کو ہی مباہلہ کے لئے پیش کیا تھا۔ اور کوئی حدیث اس کے مخالف نہیں۔ اور ان میں طاقت بھی ہے۔ کہ وہ ایک جماعت کو مباہلہ کے لئے اپنے ساتھ لا سکیں۔ تو باوجود کسی روک کے موجود ہونے کے وہ کیوں احکام قرآنیہ اور دلائل حدیثیہ کے مطابق دونوں فریق کے نمائندہ جماعتوں کے درمیان مباہلہ کئے جانے پر رضامند نہیں ہوتے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ وہ اس بحث کو ختم کرتے ہوئے مباہلہ مسنونہ کے لئے تیار ہونے کی مجھے اطلاع دیں گے۔ تاکہ میرے نمائندے ان کے نمائندوں سے مل کر بقیہ امور کا تصفیہ کر لیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

خاکسار

مرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی و امام جماعت احمدیہ قادیان

(۱۲۔ جولائی ۱۹۳۱ء)

مسلمانان سرینگر پر گولی چلا دی گئی

آخر وہی ہوا جس کا کئی دنوں سے خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ اور جس کے لئے ہندو پریس حکام ریاست کشمیر کو اکسا رہا تھا۔ یعنی ۱۴۔ جولائی مسلمانوں کے ایک مجمع پر پولیس نے گولی چلا کر حسب بیان ایسوسی ایٹڈ پریس ۹ مسلمانوں کو ہلاک اور بیسیوں کو زخمی کر دیا۔ اس سے خبر رسان ایجنسی نے تعصب سے اندھے ہو کر جو اطلاع بھیجی ہے اس میں سارا زور مسلمانوں کو مجرم قرار دینے پر صرف کیا گیا ہے۔ تاہم وہ مسلمانوں کو جھڑپوں۔ لاٹھیوں اور پتھروں کے علاوہ اور کسی اسلحہ سے مسلح نہیں بتا سکی۔ اور ظاہر ہے۔ کہ ان اسلحہ جات کے ذریعہ جیل خانہ پر حملہ کرنے والوں کا پہرہ داروں پر قابو پانا قطعی محال ہے۔ جو لازمی طور پر بندوقوں سے مسلح تھے۔ اور گولی چلائے جانے کی یہ وجہ بتانا عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔

اس بےدردی سے مسلمانوں کا قتل نہایت خوفناک فعل ہے۔ اور اس کے خلاف تمام مسلمان جس قدر بھی غم و غصہ کا اظہار کریں۔ حق بجانب ہے۔ لیکن ریاست کے عاقبت نااندیش حکام کو معلوم ہونا چاہیئے جو مسلمان سینہ تان کر گولیاں کھا سکتے ہیں۔ انہیں وہ تشدد اور ظلم سے کبھی نہیں مٹا سکتے۔ اور یہ پالیسی نہایت ہی نقصان دہ اور تباہ کن ہے۔ امید ہے اس اندوہناک واقعہ سے مسلمانان ریاست کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ اور وہ ہر قسم کے مظالم برداشت کرتے ہوئے اپنے حقوق حاصل کرنے میں پہلے سے بھی زیادہ سرگرمی کا اظہار کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی مسلمانان ہند کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ اب وہ وقت آگیا ہے۔ جب کشمیر کے مظلوم اور ستم رسیدہ مسلمانوں کے مصائب نہایت خطرناک صورت اختیار کر چکے ہیں۔ اور وہ ہر قسم کی امداد کے بے حد محتاج ہیں؛

کانگرس کی ایک

اب جبکہ کانگرس نے دیکھا۔ کہ مسلمان گا... ہی پیچ میں آنے کے لئے تیار نہیں۔ ایک طرف تو اس نے ان چند مسلمانوں کے ذریعہ جنہیں نیشنلسٹ کہا جاتا ہے۔ اور جن میں روز بروز کمی ہو رہی ہے فرید پور (بنگال) میں ایک کانفرنس کرا کر ان کے بعض سابقہ مطالبات میں تخفیف کرائی۔ اور دوسری طرف اپنی مجلس عاملہ کے حال کے اجلاس منعقدہ بمبئی میں ان مطالبات کی تائید کا اعلان کر دیا؛

اگر کانگرس کی نیت ہندو مسلمانوں میں سمجھوتہ کرنے کی ہوتی تو وہ معدودے چند لوگوں کی بجائے مسلمانان ہند کے مسلم نمائندوں کے ساتھ سمجھوتہ کرتی۔ مگر وہ تو صرف یہ دکھانا چاہتی ہے۔ کہ کانگرس نے مسلمانوں کے مطالبات منظور کر لئے۔ حالانکہ قطعاً منظور نہیں کئے؛

علاوہ ازیں ایک اور بات بھی قابل توجہ ہے۔ اور وہ یہ کہ جب ہندو مسلم سمجھوتہ کے متعلق گاندھی جی یہ شرط عائد کر چکے ہیں۔ کہ مسلمان اپنے متفقہ مطالبات پیش کریں۔ اور نہ صرف خود متفقہ مطالبات پیش کریں بلکہ سکھوں کو بھی اپنے ساتھ متفق کریں۔ تب منظور کئے جائیں گے۔ ورنہ نہیں تو پھر نیشنلسٹ مسلمانوں کے مطالبات کیوں منظور کئے گئے ہیں۔ جو مسلمانوں کے متفقہ مطالبات نہیں؛

بات یہ ہے۔ کہ یہ مطالبات چونکہ خود کانگرس کے بتائے اور سکھائے ہوئے ہیں۔ اور حقیقت میں ایسے ہیں۔ جن سے مسلمانوں کو قطعاً کوئی فائدہ نہیں پہونچ سکتا۔ سب کچھ ہندوؤں کے ہاتھ میں ہی رہتا ہے اس لئے ان کی منظوری کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ اور اس طرح ایک بار اور ثابت کر دیا گیا ہے۔ کہ گاندھی جی اپنی کسی بات پر قائم نہیں رہ سکتے؛

سکندر آباد میں مسلمانوں کی گرفتاریاں

سکندر آباد ضلع ملتان کے فساد کے متعلق جو دوسرا سرکاری اعلان ہوا ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ دوران فساد میں ۱۳ ہندو اور دس مسلمان زخمی ہوئے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ ہندوؤں کے اس قسم کے بیانات کہ مسلمان ایک عرصہ سے اس گاؤں پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اور چار پانچ ہزار مسلح مسلمانوں نے حملہ کیا۔ سراسر باطل ہیں۔ زخمیوں کی تعداد کا قریباً مساوی ہونا بتاتا ہے۔ کہ فریقین ایک ہی پوزیشن میں تھے۔ مزید برآں یہ فساد کی ابتداء ہندوؤں کی طرف سے ہوئی۔ ان حالات میں نہایت افسوس کے ساتھ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو ہی گرفتار کیا جا رہا ہے۔ اور فتنہ پرداز ہندو فساد برپا کرانے کے بعد اب مسلمانوں کی گرفتاریوں میں ممد و معاون بنے ہوئے ہیں؛

اگرچہ سرکاری اعلان میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ فساد کی تحقیقات کرنے کے لئے پولیس کا ایک خاص عملہ تعینات کیا گیا ہے۔ جو ہر دو فرقہ ہندو و مسلمان افسروں پر مشتمل ہے۔ لیکن ہمیں اپنے خاص نامہ نگار کے ذریعہ معلوم ہوا ہے۔ کہ مسلمان افسر وہ آزادی نہیں رکھتے۔ جو ہندوؤں کو حاصل ہے۔ علاوہ ازیں انہیں ہندو تبدیل کرانے کے لئے شور مچا رہے ہیں۔ با اثر مسلمانوں کو اس موقعہ پر خاص طور پر توجہ کرنی چاہیئے۔ یہ خوشی کی بات ہے۔ کہ ملتان کے معززین نے اس بارے میں کام شروع کر دیا ہے۔ اور ایک عظیم الشان جلسہ کر کے مسلمانوں کی مدد کرنے کا انتظام کیا ہے؛

۴۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ[1]

قاضی محمد علی صاحب نے کسی کو قتل نہیں کیا

قاضی صاحب کیوں تعریف کے مستحق ہیں!

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

(فرمودہ ۲۹ مئی سنہ ۱۹۳۱ء)

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

پچھلے دنوں ہماری جماعت میں جو ایک واقعہ ہوا ہے۔ اس کے متعلق چونکہ مختلف دوستوں کے مختلف خیالات ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ اختصار کے ساتھ ایسی بات کہدوں جو جماعت کے اخبار نویسوں مبلغوں اور دوسرے لوگوں کے لئے ہدایت کا کام دے سکے۔ میری اس واقعہ سے مراد قاضی محمد علی صاحب مرحوم کا واقعہ ہے۔ جماعت میں

دو قسم کے لوگ

پائے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ تو اپنے جوش محبت اور اپنے فور اخلاص کی وجہ سے یہ کوشش کرتے ہیں۔ کہ قاضی صاحب مرحوم کے واقعہ کو لوگوں کی نظروں کے سامنے تازہ اور زندہ رکھا جائے۔ اور کچھ لوگ ایسے ہیں۔ کہ وہ بھی اپنے رنگ میں تاکہ کوئی خاص بات ان میں سے کسی کے خلاف ثابت نہ ہو جائے۔ سلسلہ کی محبت اور تعلیم سے اخلاص کی وجہ سے چاہتے ہیں۔ کہ جو کچھ ہو چکا ہو چکا۔ اب اس کے متعلق ہمیں خاموش ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ

سختی اور ظلم کا مقابلہ

سختی اور ظلم سے کرنا ہماری تعلیم کے خلاف ہے۔ میں دیکھتا ہوں۔ بعض جگہ اس اختلاف سے فتنہ کا خوف ہے۔ اور بعض دوستوں میں اس اختلاف کے باعث لڑائی کا ڈر ہے۔ چونکہ یہ اپنی نوعیت کا نرالا واقعہ ہے۔ اور ہماری جماعت میں پہلے اس قسم کا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ اور چونکہ ہم اگر خاموش بھی رہنا چاہیں۔ تو دشمن ایسے حالات میں ہمیں کب خاموش رہنے دیتے ہیں اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ اس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کردوں سب سے پہلے میں

جماعت کے دوستوں کو تنبیہ

کرتا ہوں۔ کہ وہ لوگ جو اس واقعہ کو زندہ اور تازہ رکھنا چاہتے ہیں۔ اور وہ جو اس بارے میں خاموشی کو پسند کرتے ہیں۔ ان دونوں قسم کے لوگوں میں جہاں مخلص لوگ ہیں۔ وہاں

منافقوں کا عنصر

بھی شامل ہے۔ اور کسی ایک فریق کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ منافق اسی میں ہیں۔ منافق ہوشیار ہوتا ہے۔ اور ہر رنگ میں بات کو ایسی طرح پیش کرتا ہے۔ کہ اعتراض پیدا کرنے کا موجب ہو سکے۔ پس ضروری نہیں کہ انہی لوگوں میں ہی منافق ہوں۔ جو اس واقعہ کے متعلق خاموشی کو پسند کرتے ہیں۔ اس خیال کے سارے لوگ منافق نہیں۔ ان میں بھی مخلص ہیں۔ اور ان کی غرض اس سے یہ ہے۔ خواہ غلط فہمی کی وجہ سے ہی ہو۔ کہ سلسلہ پر کوئی ایسا حرف نہ آسکے۔ جس سے آئندہ کسی اعتراض کا جواب ہم نہ دے سکیں۔ اور اس میں کیا شک ہے۔ کہ

سلسلہ کی محبت

افراد کی محبت پر غالب ہونی چاہیئے۔ ایسے لوگ یقیناً مخلص ہیں مگر ان میں ایک منافقوں کا گروہ بھی ہے۔ جنکی غرض یہ بتانا ہے۔ کہ جماعت میں ایسے افراد بھی ہیں۔ جو ظلم و تعدی کرنے والوں کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس ارادہ اور نیت کے ساتھ خاموش رہنے کا مشورہ دینے والے منافق ہیں۔ پھر وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ اس واقعہ کو زندہ رکھنا چاہیئے۔ اور نوجوانوں اور کارکنوں کے لئے یہ

ایک سبق

ہونا چاہیئے۔ ان میں بھی منافق ہیں۔ اور وہ اس خیال کو ایسے رنگ میں پیش کرتے ہیں جس سے ظاہر ہو۔ کہ ہماری جماعت اصولاً تشدد کو پسند کرتی ہے۔ ایسے لوگ قاضی صاحب کی محبت کی آڑ میں لوگوں کے اندر سلسلہ پر اعتراض کا مادہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اور منافق کا طریق یہی ہوتا ہے۔ کہ وہ بات کو ایسے رنگ میں پیش کرتا ہے۔ کہ بظاہر تو بہت اخلاص کا اظہار ہوتا ہے۔ مگر درپردہ وہ سلسلہ پر اعتراضات کے لئے لوگوں کو تیار کرنا چاہتا ہے۔ جیسا کہ ایک پچھلے خطبہ میں میں بیان کر چکا ہوں کہ

لوکل کمیٹی کے صدر کے انتخاب کے

بعد ایک شخص نے ایک دکان پر جا کر کہا۔ کہ ہم نے تو اسی کے حق میں رائے دی۔ جس کے متعلق اوپر اشارہ ہوا تھا۔ ہم نے تو ان کی منشا پوری کی۔ اب بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسی بات کہنے والا بہت مخلص ہے مگر دراصل وہ منافق ہے۔ کیونکہ وہ لوگوں میں یہ خیال پیدا کرنا چاہتا ہے۔ کہ گویا میں بھی

پارٹیوں میں شامل

ہوں۔ اور اشارے کر کے پریذیڈنٹ منتخب کراتا ہوں۔ حالانکہ نہ میں نے کبھی ان باتوں میں دخل دیا۔ نہ دیتا ہوں۔ اور نہ ہی اسے جائز سمجھتا ہوں۔ ایسی بات بظاہر تو

اخلاص کا پہلو

رکھتی ہے۔ مگر ہے دراصل منافقت۔ اور وہ بھی اشد قسم کی۔ ایک منافقت بغیر جھوٹ کے ہوتی ہے۔ مگر یہ ایسی منافقت ہے۔ جو سراسر دروغ پر مبنی ہے۔ الغرض دونوں خیال کے لوگوں میں مخلص بھی ہیں اور منافق بھی۔ اس لئے دونوں کو ہوشیار رہنا چاہیئے۔

میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ ہمارے سلسلہ میں سے کوئی شخص اگر یہ خیال کرے۔ کہ ہمارے خلاف جو کوئی بدگوئی کرے۔ اسے قتل کر دینا چاہیئے۔ یا مارنا پیٹنا چاہیئے۔ تو میں اس کے

قطعی خلاف

ہوں۔ کیونکہ ہماری تعلیم اس کی بالکل اجازت نہیں دیتی۔ اور ایسا کرنیوالا خواہ ہمارا کتنا ہی عزیز کیوں نہ ہو۔ ہم ہرگز اس کی تائید نہیں کر سکتے۔ اور اگر یہ واقعہ بھی صرف اس حد تک ہوتا۔ تو گو جو کچھ قاضی صاحب سے سرزد ہوا۔ وہ سلسلہ اور میری ذات کے لئے تھا۔ مگر اس صورت میں غالباً میں ان کا

جنازہ بھی نہ پڑھتا

پس جو لوگ اس واقعہ کی اس رنگ میں تعریف کرتے ہیں۔ اگر وہ جاہل اور بے خبر نہیں۔ تو یقیناً منافق ہیں۔ جو لوگوں کے اندر یہ خیال پیدا

[1] یہ خطبہ اپنی اہمیت کے لحاظ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ملاحظہ کا مستحق تھا۔ اور اس میں دیر لگ گئی۔ اس لئے اب شائع کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ہمارے علم میں تشدد اور اس لیندی کے دعوے جھوٹے ہیں۔ پھر جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ اس قسم کا کوئی واقعہ ہوا مگر اب اس کا ذکر نہیں کرنا چاہیئے۔ وہ بھی یا جھوٹے ہیں۔ یا ناواقف

قاضی صاحب نے آخری دم تک اپنے رویہ سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ

نہایت راستباز آدمی

تھے۔ اور اگر ان کے بیان کے خلاف پچاس گواہ بھی ہوں۔ تو ہم یہ ماننے پر مجبور ہیں۔ کہ یا تو ان کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ اور یا وہ جھوٹ بولتے ہیں اس لئے کہ ہم جانتے ہیں۔ قاضی صاحب نے اپنی جان کو خطرے میں ڈالا۔ اور بالآخر اسے قربان کر دیا۔ مگر سچائی کو ایک لحظہ کے لئے بھی نہیں چھوڑا۔ اور جب کبھی کسی نے انکو ایسا مشورہ دیا۔ کہ وہ اپنے بیان کو ایسے رنگ میں ڈالیں کہ قانونی طور پر محفوظ ہو جائیں۔ تو انہوں نے سختی کے ساتھ ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ باوجودیکہ قانون دان انہیں ایسا مشورہ دیتے تھے۔ کہ ان کی جان بچ سکتی تھی۔ اور الفاظ کے معمولی ہیر پھیر سے وہ پھانسی کی سزا سے بچ سکتے تھے۔ مگر انہوں نے

معمولی سا اختلاف

بھی پسند نہیں کیا۔ اور تختہ دار پر لٹک جانا گوارا کر لیا۔ بلکہ سچائی کی خاطر ان کے اندر اسقدر غلو تھا۔ کہ انہوں نے بعض ایسی باتیں بیان کر دیں۔ جن کا سچائی کے لئے بھی بیان کرنا ضروری نہ تھا۔ اور انہیں کی وجہ سے وہ گرفتار بلا ہوئے۔ یعنی انہوں نے کہا۔ کہ میں گھر سے اسی لئے چلا تھا۔ کہ ان لوگوں کو سزا دوں۔ مگر بعد میں میرا ارادہ بدل گیا تھا۔ جب یہ ارادہ بدل گیا تھا۔ تو

سچائی کی خاطر

وہ اسے بیان کرنے پر ہرگز مجبور نہ تھے۔ بلکہ شریعت ایسے موقعہ پر یہی کہیگی۔ کہ اسے چھپا لو۔ کیونکہ خدا نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اور جب اپنی نیت بدل گئی۔ تو اس جگہ سے بیان شروع کرو جہاں سے دیانتداری کے ساتھ تم سمجھتے ہو۔ کہ نیا واقعہ شروع ہوتا ہے۔ اور جو یہاں سے چلتا ہے۔ جبکہ لاری میں بیٹھے ہوئے انہیں جوش دلایا گیا۔ اور وہ لڑ پڑے ایسا راستباز انسان کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں میرے ہاتھ سے مقتول قتل ہوا۔ یا کسی دوسرے کے ہاتھ سے پس یہ واقعہ یوں نہیں۔ کہ قاضی صاحب نے

غیرت اور جوش

میں بالارادہ ایک شخص کو قتل کر دیا۔ بلکہ ایک لڑائی میں ایک ایسا قتل ہوا ہے جس کی نسبت یقیناً نہیں کہہ سکتے۔ کہ کس کے ہاتھ سے ہوا ہے۔ غرض اگر واقعہ یہ ہوتا۔ کہ قاضی صاحب نے دیدہ دانستہ ایک شخص کو قتل کر دیتے۔ تو بیشک قابل اعتراض بات تھی۔ مگر واقعہ جو کچھ ہوا۔ اور جسکو ایک سرکاری گواہ نے بھی جو ایک کم عمر لڑکا تھا۔ اور اس وجہ سے جھوٹ بولنے میں پختہ نہ تھا۔ تائید کی۔ وہ یہ ہے۔ کہ بیہودہ باتیں کر کے اور مباہلہ کا پرچہ دیکر انہیں اشتعال دلایا گیا۔ اور انہوں نے کہا ایسی باتیں نہ کرو میرا دل جلتا ہے۔ پس

استغاثہ کا ایک گواہ بھی

جو بوجہ کم عمری۔ جھوٹ بولنے میں مشاق نہ تھا۔ قاضی صاحب کے بیان کی تائید کرتا ہے۔ باقی گواہوں نے جو گواہی دی۔ وہ خواہ غلط فہمی کی بنا پر ہو۔ خواہ انہوں نے جھوٹ بولا ہو۔ مگر ہم ان کی گواہیوں کو قاضی صاحب کے بیان پر ہرگز ترجیح نہیں دے سکتے۔ کیونکہ قاضی صاحب نے سچائی کو آخری دم تک قائم رکھا۔ اور ایک لڑکے نے بھی ان کے بیان کی تصدیق کی ہے۔ کہ ستریوں نے ایسی باتیں کیں۔ کہ قاضی صاحب نے کہا۔ ایسی باتیں نہ کرو۔ میرا دل جلتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ انہیں پہلے

اشتعال دلایا گیا

جس کے نتیجہ میں لڑائی ہوئی۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کس کے ہاتھ سے کون قتل ہوا۔ اگر ان کے ہاتھ سے ہوا۔ تو انہوں نے محمد علی سمجھکر اسے مار دیا۔ اور اگر میرے ہاتھ سے ہوا۔ تو میں نے عبد الکریم سمجھ کر مارا۔ چونکہ اندھیرا تھا۔ اس لئے معلوم نہیں۔ کس کے ہاتھ سے کوئی قتل ہوا پس شریعت کی رو سے تو

قابل سزا قتل

واقعہ ہوا ہی نہیں۔ کیونکہ قتل وہ ہے۔ جو ارادہ سے کیا جائے۔ ان کا پہلے جو خیال تھا۔ وہ بدل گیا تھا۔ پھر اشتعال کی وجہ سے لڑائی ہوئی جسمیں معلوم نہیں۔ کس کے ہاتھ سے کون قتل ہوا۔ اپنی نسبت قاضی صاحب کا بیان یہ ہے کہ مجھے مار مار کر بے ہوش کر دیا گیا۔ اور جب مجھے ہوش آیا۔ تو میں نے یہ کہتے سنا۔ کہ کوئی مر گیا ہے۔ پس جب نہ قتل کا ارادہ تھا نہ قتل کیا۔ صرف لڑائی ہوئی جس میں معلوم نہیں۔ کس کے ہاتھ سے کون قتل ہوا۔ تو ان پر

قتل عمد کا الزام

کیسے لگایا جا سکتا ہے۔ پس ہم قاضی صاحب کی تعریف اس وجہ سے کرتے ہیں۔ کہ ہمیں یقین ہے۔ انہوں نے قتل نہیں کیا۔ اور جو یہ کہتا ہے۔ کہ انہوں نے بہت اچھا کیا۔ جوش میں آکر

دشمن کو قتل کر دیا

وہ جھوٹا ہے۔ اور اپنے مرحوم بھائی اور سلسلہ پر الزام لگاتا اور بہتان باندھتا ہے

واقعہ صرف یہ ہے

کہ وہ غیرت کی وجہ سے لڑے۔ اور لڑائی میں ایک آدمی مارا گیا۔ یہ معلوم نہیں۔ کس کے ہاتھ سے مارا گیا۔ موت بے شک واقع ہوئی۔ مگر بالارادہ قتل اسے نہیں کہا جا سکتا۔ اور جو ایسا کہتا ہے وہ جھوٹا ہے۔

عدالت کے فیصلہ کے ہم پابند

نہیں۔ اس نے اپنا کام کیا۔ اور اپنی رائے کے مطابق انہیں پھانسی دیدیا۔ اس پر اس کا کام ختم ہو گیا۔ مگر ہم اس کے فیصلہ کو صحیح ماننے کے لئے پابند نہیں ہیں۔ اس نے اپنے نقطۂ نگاہ پر بنیاد رکھی۔ وہ ان کی سچائی سے اس طرح واقف نہ تھی جس طرح ہم واقف ہیں۔ عدالت یہ سمجھتی ہے۔ کہ کوئی ملزم کب مانا کرتا ہے۔ کہ میں نے یہ فعل کیا۔ مگر ہم نے ان کی صداقت کو دیکھا ہے۔ متواتر ایسے واقعات ہوئے۔ کہ انہیں جھوٹ بولنے کے لئے ورغلایا گیا۔ مگر انہوں نے ایک لمحہ کے لئے صداقت کو نہ چھوڑا اور میں

ذاتی طور پر واقف

ہوں۔ کہ وہ شخص جھوٹا نہ تھا۔ اور پانچ نہیں۔ اگر پانچ ہزار گواہ بھی اس کے خلاف شہادت دیں۔ تو ہم انہیں ہی جھوٹا سمجھیں گے۔ کیونکہ ہمارے سامنے یہ بات ہوئی ہے۔ کہ انہوں نے جان دیدی۔ مگر سچ کو نہ چھوڑا ہم عدالت پر بھی

بددیانتی کا الزام

نہیں لگا سکتے۔ ممکن ہے۔ ہم میں سے اگر کوئی جج ہوتا۔ تو شاید وہ بھی یہی فیصلہ کرتا۔ گو میری یہ بھی رائے ہے کہ اگر عدالت دوسرے نقطہ نگاہ سے دیکھتی۔ تو ضرور چھوڑ دیتی۔ خود شہادتوں سے بھی ایک ایسا نقطہ نگاہ ثابت ہوتا تھا۔ کہ اگر عدالت چاہتی۔ تو چھوڑ دیتی۔ مگر حالات ایسے تھے۔ کہ غلطی کا بھی احتمال ہے۔ اس لئے ہم عدالت پر کوئی الزام نہیں لگاتے۔ وہ مجبور تھی۔ کہ شہادتوں کی بناء پر جو اس کی سمجھ میں آئے فیصلہ کرے۔ مگر ہم بھی مجبور ہیں۔ کہ دس ہزار شہادتوں کے مقابلہ میں بھی قاضی صاحب کے بیان کو سچا سمجھیں۔ عدالت نے اگرچہ دیانتداری سے فیصلہ کیا۔ مگر غلط کیا۔ واقعہ یہی ہے۔ کہ

قاضی صاحب نے قتل نہیں کیا

ایک آدمی ضرور مرا۔ مگر معلوم نہیں کس کے ہاتھ سے۔ خود ہائیکورٹ کے ان ججوں سے جنہوں نے فیصلہ کیا۔ اگر پوچھا جائے۔ تو وہ بھی کہیں گے کہ ہم غلطی کر سکتے ہیں۔ انہوں نے ان گواہوں پر اعتبار کیا جن کی گواہی ہمارے نزدیک قاضی صاحب کے بیان سے ہرگز معتبر نہیں تھی۔ مگر عدالت ایسا فیصلہ کرنے پر مجبور تھی۔ کیونکہ شہادتوں کی رو سے یہی فیصلہ ضروری تھا۔ مگر ہم اپنے نقطۂ نگاہ سے اس کے فیصلہ کی تائید نہیں کر سکتے پس ہم جب

قاضی صاحب کی تعریف

کرتے ہیں۔ تو اس وجہ سے نہیں۔ کہ انہوں نے ایک آدمی کو مار دیا بلکہ اس وجہ سے۔ کہ انہوں نے سچائی کو اختیار کیا۔ آخر دم تک اس پر قائم رہے اور بالآخر جان دیدی۔ مگر صداقت کو نہ چھوڑا۔ اور یہ وہ روح ہے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ ہر احمدی کے اندر پیدا ہو۔ اسی وجہ سے میں ان کے جنازہ میں شامل ہوا۔ بعض لوگوں نے کہا۔ انکی وصیت منسوخ ہونی چاہیئے۔ مگر میں نے سختی سے ان کے خیال کی تردید کی۔ کیونکہ اپنے ذاتی علم اور تجربہ کی بناء پر ہم ان کے بیان کو

ہائی کورٹ کے فیصلہ سے زیادہ سچا

سمجھتے ہیں۔ خود ہائی کورٹ بھی یہ نہیں کہتی۔ کہ اس کے فیصلوں کو ضرور درست سمجھا جائے۔ قانون صرف یہ چاہتا ہے۔ کہ اس کے فیصلہ پر عمل کیا جائے۔ اور بددیانتی پر مبنی قرار نہ دیا جائے۔ سو عمل ہو چکا۔ اور ہم عدالت پر بددیانتی کا الزام نہیں لگا سکتے۔ کیونکہ یہ کہنا۔ کہ دشمنی سے یہ سزا دی گئی۔ سخت بے حیائی ہوگی۔ بھلا فیصلہ کرنے والے انگریز ججوں کو کسی سے کیا دشمنی یا لگاؤ ہو سکتا ہے۔ انہوں نے جو کچھ کیا اپنے نزدیک صحیح سمجھ کر کیا۔ اگرچہ وہ غلط ہے۔ انہوں نے جس بات کو زیادہ وزندار سمجھا اسکی بناء پر فیصلہ کر دیا۔ مگر ہم جس بات کو اپنے نزدیک زیادہ معتبر سمجھتے ہیں اسکی بناء پر فیصلہ کرتے ہیں

اصل علم

اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی نگاہ میں بری ہیں۔ دونوں کی نیت پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے اپنی نیت اور علم کے مطابق فیصلہ کیا۔ اور اس بناء پر کیا۔ کہ قاضی صاحب نے قتل کیا ہے۔ اور ہم تعریف کرتے ہیں۔ تو اسلئے کہ انہوں نے قتل نہیں کیا۔ اور سچائی کیلئے جان دیدی۔ اور جو شخص کہتا ہے۔ کہ انہوں نے بالارادہ قتل کیا۔ اور اچھا کیا۔ وہ منافق ہے۔ اور جماعت پر اعتراض کرانا چاہتا ہے۔ اسی طرح جو یہ کہتا ہے۔ کہ انہوں نے

غلطی کی ہے

وہ بھی یا تو بیوقوف ہے۔ یا شرارت کرتا ہے۔ گویا وہ یہ قرار دیتا ہے کہ انہوں نے قتل کیا لیکن ہم نہیں کہتے۔ غرض جو یہ کہتا ہے۔ کہ بالارادہ قتل کیا۔ اور اس بناء پر تعریف کرتا ہے۔ وہ بھی منافق ہے۔ کیونکہ

سلسلہ کی تعلیم کے خلاف

وہ یہ خیال پھیلانا چاہتا ہے۔ کہ اگر کوئی گالی دے۔ تو اسے قتل کر دینا چاہیئے۔ اور جو یہ کہتا ہے۔ کہ انہوں نے دیدہ و دانستہ قتل کیا۔ اور اسلئے وہ قابل مذمت ہیں۔ وہ بھی فتنہ گر ہے۔ پس دونوں قسم کے لوگوں میں منافق ہیں۔ ہاں ایک درمیانی راستہ ہے۔ اور وہ یہ کہ اشتعال پیدا ہوا۔ اور لڑائی ہوگئی۔ اس میں ایک شخص مارا گیا۔ اور یہی صحیح ہے۔ مگر یاد رکھو کہ وہ اشتعال جس میں انسان معذور سمجھا جاتا ہے۔ وہی ہے۔ جو اسباب کے ساتھ فوراً ہی پیدا ہو جائے۔ قانون کے نزدیک بھی

قابل عفو اشتعال

یہی ہے۔ کہ وہ فوری ہو جس کے دبانے کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا ہے۔ کہ اگر جوش آئے۔ تو کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ۔ یا پانی پی لو۔ یا وہاں سے ہٹ جاؤ۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اشتعال فوری ہوتا ہے۔ اور زمانہ کے گزرنے کے ساتھ جوش مدہم پڑ جاتا ہے۔ اسکے بعد جو کچھ ہوتا ہے۔ وہ کینہ توزی ہے۔ آناً فاناً جو کچھ ہو جائے۔ وہ بھی بیشک قابل اعتراض یا قابل افسوس ہوگا۔ مگر اتنا نہیں۔ جتنا وہ فعل جو

کینہ توزی کے ماتحت

کیا جائے۔ اشتعال کے ماتحت لڑائی کو بھی ہم اچھا نہیں کہتے۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ اس وقت انسان کیلئے اپنے پر قابو رکھنا قریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کا واقعہ

ہے۔ میں نے خود تو نہیں سنا مجھے دوستوں نے سنایا ہے۔ یہاں ایک دوست تھے جنہیں پروفیسر کہا جاتا تھا۔ وہ پہلے تاش وغیرہ کے تماشے کیا کرتے تھے۔ یعنی پتوں وغیرہ کا رنگ تبدیل کر دینا یا کسی کی جیب سے پیسہ اڑا لینا۔ یا چھوٹا بڑا کر دینا وغیرہ۔ اور چونکہ وہ کوئی کرکے یا باقاعدہ تھیٹر وغیرہ بنا کر کھیل کیا کرتے تھے۔ اس لئے بجائے بازیگر یا مداری کے

پروفیسر کہلاتے تھے

بعد میں جب احمدی ہوئے۔ تو یہ کام چھوڑ دیا۔ اور تجارت کرنے لگے۔ مگر پروفیسر ہی کہلاتے رہے مخلص آدمی تھے۔ مگر طبیعت میں تیزی بہت تھی۔ کچھ دنوں لاہور میں دوکان کرتے رہے تھے۔ کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کوئی بیہودہ لفظ کہا۔ تو اسے پکڑ کر مارا۔ خواجہ کمال الدین صاحب یہاں آئے۔ تو حضرت مسیح موعود سے شکایت کی کہ ان کو سمجھا دیا جائے۔ اس طرح فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ آپ نے انہیں سمجھانا شروع کیا۔ اور فرمایا

ہماری تعلیم

یہی ہے کہ نرمی سے کام لیا کرو۔ اگر کوئی گالیاں بھی دے۔ تو برداشت کیا کرو۔ ان کی طبیعت چونکہ تیز تھی۔ اس لئے انہوں نے جواب دیا۔ وہ اگرچہ بے ادبی کی بات تھی مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جوش کے وقت انسان کی کیا حالت ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا۔ بس جی بس ایسی نصیحت رہنے دیں۔ آپ کے پیر کو جب کوئی گالی دے۔ تو آپ جھٹ مباہلہ کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور ہمارے پیر کو برا بھلا کہا جائے۔ تو ہمیں خاموش رہنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ سن کر ہنس پڑے۔ اور سب اہل مجلس ہنس پڑے۔ صحیح بات یہی ہے کہ ایسی حالت میں انسان کو سمجھانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ گو یہ غلطی ہوتی ہے۔ مگر اس کی ذمہ داری اس پر ہوتی ہے۔ جس نے ایسی حالت پیدا کی۔ جیسے ہندوؤں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے کے لئے کتابیں لکھیں۔ اور اس کے نتیجہ میں بعض قتل ہوئے۔ جو شخص ایسی حالت پیدا کرتا ہے۔ وہ خود قتل کروانے سے بھی

زیادہ مجرم

ہے۔ چنانچہ قرآن شریف نے فرمایا ہے۔ الفتنۃ اشد من القتل۔ کسی کو جوش دلا کر اشتعال دلانا بہت زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ وہ خود بچ کر دوسروں کو گنہگار بنانا چاہتا ہے۔ الغرض ایسی حالت میں خواہ کسی پر کتنا ہی تصرف کیوں نہ ہو۔ سمجھانا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ یہاں کسی نے مشہور کر دیا۔ کہ ہندوؤں نے پیر صاحب اور پیر محمد یوسف بھڈو کو مار دیا ہے۔ نوجوان طالب علم اور دوسرے لوگ سب کے سب لاٹھیاں لیکر دوڑ پڑے۔ اتفاق سے میں ایسی جگہ بیٹھا تھا۔ کہ جہاں سے لوگوں کو گلی میں جاتے دیکھ سکتا تھا۔ ان کے چہرے متغیر تھے۔ کئی ایک کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ آنکھیں سرخ تھیں۔ میں نے پوچھا کہاں جاتے ہو۔ مگر وہ کہنے لگے نہیں۔ جب کئی گذرے تو میں نے دیکھ کر روکا اور پوچھا۔ کہ کہاں جا رہے ہو۔ تو انہوں نے بتایا کہ اسطرح

ہمارے آدمیوں کو مار دیا گیا

ہے۔ میں نے کہا یہ بیوقوفی ہے۔ کہ بغیر سوچے سمجھے چل پڑے ہو۔ پہلے تحقیقات تو کر لو۔ وہ سب رکنے لگے۔ مگر کسی نے کہا کہ ابھی اور بھی کئی ایک کو مار رہے ہیں۔ بس یہ سننا تھا کہ وہ پھر بھاگ پڑے۔ اور میں نے سختی سے روکا۔ اور ان میں سے ہی ایک کو کہا کہ پہلے تم جاؤ اور جا کر تحقیقات کر آؤ۔ کیا معاملہ ہے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ لوگ میرے حکم سے کھڑے تو تھے۔ مگر ان کا برا حال ہو رہا تھا۔ اور بعض تو کانپ رہے تھے۔ جب فتنہ پرداز شخص نے دیکھا۔ کہ اب یہ رک گئے ہیں۔ اور میرا جھوٹ کھل جائیگا۔ تو اس نے کہا کہ ابھی ایک آدمی آیا ہے۔ جس نے بتایا ہے۔ کہ وہاں تمہارے بھائی خاک و خون میں تڑپ رہے ہیں۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ پاس ہی گلی میں کھڑا بکواس کر رہا تھا۔ بس یہ سنکر لوگ بے اختیار ہو کر پھر بھاگ پڑے۔ آخر میں نے کہا۔ کہ تم میں سے جو شخص ایک گز بھی حرکت کریگا۔ میں اسے جماعت سے خارج کر دونگا۔ چونکہ اس کے مقابلہ میں انکی کوئی پیش نہ جاسکتی تھی۔ اسلئے وہ وہاں کھڑے تو رہے۔ مگر ان کی جو حالت تھی۔ اس کا مجھ پر آج تک اثر ہے۔ انکی

آنکھوں سے آنسو

رواں تھے۔ اور جس طرح ایک پتہ کانپتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح وہ کانپ رہے تھے۔ اور مجنونوں کی طرح واسطے دے رہے تھے۔ کہ ہمیں جانیکی اجازت دی جائے۔ تو ایسی حالت میں سمجھانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اور ایسی حالت جوش میں اگر کوئی حرکت سرزد ہو جائے۔ تو اس کی ذمہ داری اسی پر ہوتی ہے۔ جو اشتعال دلاتا ہے۔ اور قاضی صاحب مرحوم کے واقعہ کے متعلق خود ہائیکورٹ نے لکھا ہے کہ اسکی ذمہ داری ان لوگوں پر ہے۔ جنکی طرف سے دلآزاری کی گئی۔ ایسے اشتعال کی حالت میں تو انسان کی وہی حالت ہوتی ہے۔ جو حافظ شیرازی نے اپنے ایک شعر میں بیان کی ہے۔ یعنی ؎

در میان قعر دریا تختہ بندم کردہ ٭ باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

یعنی پہلے تو کسی کو دریا میں قید کر دیا جائے۔ اور پھر کہا جائے۔ کہ دیکھنا گیلا مت ہونا کسی کے دماغی توازن کو پراگندہ کر کے یہ امید رکھنا کہ وہ ہوش سنبھالے رکھے۔ ظالمانہ امید ہے۔ گو مومن سے اس کا خدا پھر بھی یہ امید رکھتا ہے۔ کہ وہ ایسی حالت میں بھی قابو میں رہے۔ لیکن اگر نہ رہ سکے۔ اور پھر توبہ کرے۔ تو خدا بہت جلد اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ پھر ایک زائد بات یہ ہے۔ کہ قاضی صاحب نے ارادۃً قتل نہیں کیا۔ صرف جوش میں لڑ پڑے۔ اور قتل ایک اتفاقی امر تھا۔ پھر انہوں نے اس فعل پر

ندامت کا اظہار

کیا۔ اور گورنمنٹ کو جو چٹھی لکھی۔ اس میں بھی لکھا۔ کہ افسوس ایک ناکردہ گناہ میری لڑائی میں مارا گیا۔ اور اس پر بھی اظہار افسوس کیا۔ کہ لڑائی کرنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ جس کا اب مجھے پتہ لگا ہے۔ پس جب انہوں نے توبہ کر لی۔ اور اپنی جان دیکر اور خون بہا کر توبہ کی۔ تو یہ کیا ایسے بیسیوں قصور بھی ہوں۔ تو دھل سکتے ہیں۔

پس میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ

ہم کیوں ان کی تعریف کرتے ہیں

اس لئے نہیں۔ کہ انہوں نے جاکر ارادہ سے ایک شخص کو مار دیا۔ کیونکہ یہ تسلیم شدہ ہے۔ کہ ان کا ارادہ بدل گیا تھا۔ اصل واقعہ صرف یہ ہے۔ کہ لڑائی ہوئی اور معلوم نہیں کس کے ہاتھ سے ایک آدمی مارا گیا۔ اور

ہمیں افسوس ہے

کہ مارا گیا۔ کیونکہ بظاہر اس کا کوئی اتنا قصور معلوم نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے کہ اس نے مستریوں کی ضمانت دی ہوئی تھی۔ اور ہندوستان میں یہ ایک معمولی بات ہے۔ پس ہمیں اس کے مارے جانے پر افسوس ہے۔ اور اس کے رشتہ داروں سے ہمدردی ہے۔ لیکن قاضی صاحب نے سلسلہ کی خاطر اپنی جان کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اور سچائی کی خاطر قربان ہوگئے۔ اور کون ہے۔ جو ایسی

صداقت شعاری کی تعریف

نہ کرے۔ ان کے سامنے متواتر ایسے موقع آئے۔ کہ وہ ذرا سا جھوٹ بولکر جان بچا سکتے تھے۔ مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ تا سلسلہ پر کوئی حرف نہ آسکے۔ پس کون ہے۔ جو کہیگا۔ کہ ان کے نام کو زندہ نہ رکھنا چاہیئے۔ ہمیں ہر احمدی سے توقع رکھنی چاہیئے۔ کہ وہ سچائی کے قیام کیلئے جان دینے سے قطعاً نہ ڈرے۔ یہ روح ہے۔ جو قاضی صاحب نے اپنے عمل سے ظاہر کی ہے۔ اور ہم ہر جماعت اور ہر گورنمنٹ کے سامنے یہ کہنے سے قطعاً شرمندہ نہیں۔ کہ ہم اس روح کو پیش کر سکتے ہیں۔ اور اسے اپنی جماعت کیلئے نمونہ قرار دیتے ہیں۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ یا غلطی خوردہ ہے۔ اور یا منافق ہے۔

تاریخ اسلام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

آپ اول المومنین اور افضل المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مقدسہ تھیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ام رومان تھا۔ آپ کا نکاح ماہ شوال میں ہجرت سے تین برس قبل ہوا۔

آپ نہایت ذکی، ذہین، فقیہ، عالمہ اور فاضلہ تھیں۔ احادیث نبویہ کثرت سے آپ نے بیان فرمائی ہیں۔ جو نہایت اعلیٰ پایہ کی سمجھی جاتی ہیں۔ اور جن میں اعلیٰ درجہ کے روحانی اور علمی نکات بیان کئے گئے ہیں۔ "خلاصۃ التہذیب" میں لکھا ہے۔ دو ہزار دو سو احادیث آپ سے روایت کی گئی ہیں۔ واقعات عرب اور اشعار عرب بھی خوب جانتی تھیں۔ آپ کا نکاح خدا تعالےٰ کی منشاء اور حکم کے ماتحت ہوا۔ بخاری شریف میں آتا ہے۔ کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا۔ کہ حضرت جبرائیلؑ آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور آپ کے سامنے ایک سبز ریشمی رومال پیش کرکے عرض کیا۔ کہ یہ آپ کی زوجہ ہے دنیا و آخرت میں۔ آپ نے وہ رومال لے کر دیکھا۔ تو اس پر حضرت عائشہؓ بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تصویر تھی۔

رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوا کسی اور کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی۔ اس مبارک تعلق میں خدا تعالےٰ کی کئی مصلحتیں تھیں۔ مثلاً یہ کہ آپ نوعمر تھیں۔ تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی قابلیت رکھتی تھیں۔ اس طرح اسلامی تعلیم کو جلد اور بآسانی سیکھ کر خاص طور پر خواتین کی دینی معلمہ بن گئیں۔ دوسرے آپ نہایت ذکی اور فہیم تھیں۔ اس وجہ سے تفقہ فی الدین اور دینی مسائل پر گہری نظر ڈال سکنے کے قابل تھیں۔ تیسرے بوجہ لمبی عمر پانے کے مستورات کو علم دین سکھا گئیں۔ ان وجوہات کی بناء پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ازواج میں داخل ہونا نہایت مبارک ثابت ہوا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی وفات سے قبل فرمایا۔ "نصف دین (یعنی دین کا جو حصہ مستورات سے متعلق ہے) عائشہ سے سیکھو!"

چنانچہ احادیث کا وہ حصہ جو عورتوں کے مسائل سے متعلق ہے۔ زیادہ تر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اقوال اور روایات پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ عام دینی مسائل پر بھی انہیں پورا عبور حاصل تھا۔ چنانچہ زاد المعاد میں آتا ہے۔ "وکان الاکابر من الصحابۃ النبیؐ صلے اللہ علیہ وسلم یرجعون الی قولہا ویستفتونہا" یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکابر صحابہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فتویٰ دریافت کرتے۔ اور آپ کی بات پر اعتماد کرتے تھے۔

فضیلت عائشہؓ

رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عائشہؓ کی فضیلت باقی عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کو باقی کھانوں پر۔ حضرت جبرائیل نے آپ کو سلام کہا۔ چنانچہ بخاری شریف "باب بدء الخلق" میں حضرت عائشہؓ سے یہ حدیث مروی ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ "اے عائشہؓ یہ جبرائیل ہیں۔ اور تم کو سلام کہتے ہیں"۔ تو حضرت عائشہؓ نے کہا "وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔

ایسے ہی عمرو بن عاصؓ سے بخاری شریف باب فضائل اصحاب النبیؐ میں ایک حدیث مروی ہے۔ جس میں آتا ہے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی۔ کہ "آپ کو کون سا آدمی زیادہ محبوب ہے"۔ فرمایا "عائشہؓ"۔ پھر میں نے عرض کیا۔ "مردوں میں سے کون" فرمایا "عائشہ کا باپ" (حضرت ابوبکرؓ) میں نے عرض کیا "پھر" فرمایا "عمر بن خطابؓ"۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے ظاہر ہے۔ کہ آپ کس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قدر کرتے۔

رسول مقبول کی آپ سے محبت

چونکہ ان کی اعلےٰ صفات اور خدمات دین کی وجہ سے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے بہت انس و محبت تھی۔ اس لئے اکثر اصحاب اپنے تحفے تحائف حضرت عائشہؓ کے ہاں بھیجتے۔ اس پر دیگر امہات المومنینؓ کو شکایت پیدا ہوئی۔ اور انہوں نے حضرت ام سلمہؓ کو حضرت عائشہؓ کے خلاف کہنے کے لئے تیار کیا۔ چنانچہ حضرت ام سلمہؓ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات پہنچائی۔ اس پر آپ نے فرمایا "فقال لہا لاتوذینی فی عائشۃ فان الوحی لم یاتینی وانا فی ثوب امرأۃ الا عائشۃ" بخاری کتاب الہبہ کہ عائشہؓ کے بارے میں مجھے تکلیف مت دو۔ کیونکہ عائشہؓ کے کپڑوں کے سوا اور کسی کے ہاں مجھ پر وحی نہیں نازل ہوتی۔ پھر بیویوں نے حضرت فاطمہؓ کو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اسی امر کے لئے بھیجا۔ تو آپ نے فرمایا۔ "یا بنیۃ الا تحبین ما احب" کہ اے میری بیٹی جس سے میں محبت رکھتا ہوں۔ کیا تو اس سے محبت نہیں کرتی۔ اس پر حضرت فاطمہؓ نے "بلیٰ" کہکر سکوت اختیار کیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور بہت عظیم الشان تھا۔

جنگوں میں شرکت

آپ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگوں میں بھی جاتی تھیں۔ اور وہاں زخمیوں کی مرہم پٹی اور عیادت وغیرہ میں مصروف رہتیں۔ جنگ احد میں حضرت عائشہؓ خود پانی کے مشکیزے اٹھا کر لاتی تھیں۔ اور اس طرح امت کی خواتین کے لئے یہ اسوہ حسنہ قائم کر گئیں۔ کہ دین اور قوم کی خدمت کرنے میں انہیں بڑی سے بڑی مشقت بخوبی برداشت کرنی چاہیئے۔

رسول کریم کی وفات حضرت عائشہ کے ہاں

رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرض الموت کے ایام میں جب باری باری ازواج کے ہاں جانا پڑتا۔ تو آپ دریافت فرماتے "این انا الیوم۔ این انا غداً۔ استبطاءً لیوم عائشۃ" (بخاری کتاب الجنائز) یعنی میں آج کس بیوی کے ہاں ہونگا۔ کل کس کے ہاں ہوں گا۔ حضرت عائشہؓ کی باری میں تاخیر سمجھتے۔ اس پر تمام ازواج مطہرات نے آپ کے حضرت عائشہؓ کے ہاں رہنے پر رضامندی ظاہر کی۔ پھر ایک حدیث بخاری شریف "باب مرض النبی ووفاتہ" میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ جس میں آپ فرماتی ہیں۔

"خدا کی نعمتوں سے مجھ پر یہ بھی ایک نعمت ہے۔ کہ رسول خداؐ نے میرے گھر میں وفات پائی۔ اور اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک میری گردن اور سینہ کے درمیان تھا۔ خدا نے میرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھوک کو اکٹھا کیا۔ وہ اس طرح کہ عبدالرحمٰنؓ (برادر حضرت عائشہؓ) میرے پاس آئے۔ اور ان کے پاس مسواک تھی۔ رسول خدا نے مسواک کی طرف نظر کی۔ تو میں سمجھ گئی۔ کہ آپ لینا چاہتے ہیں۔ میں نے اشارہ سے دریافت کیا۔ کیا یہ مسواک آپ کے لئے لے لوں۔ آپ نے اشارہ سے بتلایا۔ کہ "ہاں" چنانچہ میں نے وہ مسواک لیکر آپ کو دی۔ چونکہ آپ پر اس کا چبانا دشوار تھا۔ اس لئے میں نے اسکو اپنے منہ میں پہلے نرم کیا۔ اور بعد ازاں آپ کے دندان مبارک پر پھیری۔

وصال

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ۹ سال رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل رہی۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپکی عمر اٹھارہ برس کی تھی۔ آخر امارت حضرت معاویہ میں جبکہ مدینہ کی حکومت مروان کے ہاتھ میں تھی۔ ۱۸ ماہ رمضان المبارک ۵۸ھ مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ اللّٰہم صل علیٰ محمد وعلیٰ آلہ وازواجہ انک حمید مجید۔ ط

(مبارک احمد مولوی فاضل)

مراسلات

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی مہدی کے متعلق پیشگوئی

زمانہ مہدی کے متعلق صلحاء امت کا اشتیاق

اولیاء اللہ اور صلحاء امت کے بہت سے اقوال آجتک احباب پڑھ یا سُن چکے ہونگے۔ ان بزرگوں کے مشترکہ جذبات کا جو نقشہ آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ان کو مہدی موعود کا وقت پانیکا بہت شوق تھا۔ چونکہ وہ جسمانی رنگ میں اُس وقت کو نہ پاسکے۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی دلی تڑپ پر نظر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ کشوف وغیرہ ان کو وہ مبارک زمانہ دکھادیا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے جو حالات اس کے بیان کئے ہیں۔ وہ ایسے واضح اور مفصل ہیں۔ کہ ان کی بناء پر اس زمانہ کی شناخت میں کوئی شک وشبہ نہیں رہ جاتا۔ ان حالات کا جو انہوں نے بتائے ہیں۔ اگر موجودہ زمانہ کے حالات سے مقابلہ کیا جائے۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا کوئی آنکھوں سے دیکھ کر حالات لکھ رہا ہے۔

حافظؒ کی ایک مشہور غزل

حضرت خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور و معروف غزل اکثر دوستوں کو معلوم ہوگی۔ جو اس شعر سے شروع ہوتی ہے۔

ایں چہ شوریست کہ در دورِ قمر می بینم
ہمہ آفاق پُر از فتنہ و شر می بینم

اس میں جناب خواجہ نے جو حالات بتائے ہیں۔ یعنی کمینوں کا عروج شرفاء کی ذلت۔ بھائیوں بھائیوں میں نفاق۔ باپ بیٹوں میں عدم ہمدردی۔ ماں بیٹیوں میں فساد۔ وہ ہو بہو اس زمانہ میں پائے جاتے ہیں۔

دورِ قمر

مگر سوال یہ ہے۔ کہ یہ زمانہ دورِ قمر کن معنوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے والشمس وضحٰھا۔ والقمر اذا تلٰھا میں دو وجودوں کی خبر دی ہے۔ ایک سورج اور ایک چاند کے متعلق فرمایا۔ قسم ہے سورج کی۔ اور اس کی روشنی کی اور قسم ہے چاند کی۔ جب وہ اس کی پیروی سے اکتساب نور کرے گا۔ گو جسمانی رنگ میں یہ بالکل صحیح اور علمی مسئلہ ہے۔ مگر قرآن مجید کا یہ عام اور اچھوتا طرز ہے۔ کہ پہلے مظاہر جسمانی بیان کرتا ہے۔ اور پھر انتقال ذہنی روحانیات کی طرف کرتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی فرمایا۔ ونفسٍ وما سوّٰھا۔ یعنی قسم ہے نفس کی اور اس چیز کی جس نے اسے برابر کر دیا۔ گویا وہ اپنے اندر سورج اور چاند کے خواص بھی رکھتا ہے۔ پھر قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سراجاً منیراً رکھ کر صاف اس بات کی طرف اشارہ کر دیا۔ کہ آپ کامل انسان ہیں۔ اور آپکی اتباع میں کوئی ایسا قمر بھی ہونے والا ہے۔ جو اس سورج سے کامل اکتساب فیض کے ذریعہ اس کا کامل مظہر بنیگا۔ اور عین اسی طرح جس طرح جب رات کو سورج باوجود موجود ہونے کے آنکھ سے اوجھل ہوتا ہے۔ تو اس کے نور سے اکتساب کرنیوالا چانداس کے وجود کی شہادت ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ روحانی چاند اپنے متبوع روحانی سورج یعنی سراج منیر (نبی کریم صلعم) کے وجود کی شہادت ہوگا۔

پس اس آیت کی روشنی میں حضرت خواجہ حافظ کے شعر کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس دورِ قمر کا ذکر جناب حافظ نے فرمایا۔ وہ اسی قمر کا زمانہ ہے جس کا نام مہدی اور مسیح ہے۔ اور جو انہی معنوں میں قمر ہے جن معنوں میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سراج منیر ہیں۔ اس حد تک تو جناب خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ علامات سے یہ ثابت ہے۔ کہ دورِ قمر یہی زمانہ ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کوئی شخص ان علامات کو کسی اور زمانہ پر چسپاں کرنیکی کوشش کرے۔ مگر ذیل کے جو اشعار جناب حافظ کے میں نقل کرتا ہوں۔ وہ اس بات میں کوئی شک شبہ نہیں چھوڑتے۔ کہ جس زمانہ کا آپنے ذکر فرمایا ہے۔ وہ مسیح موعود اور مہدی موعود علیہ السلام کا ہی زمانہ ہے۔ اور وہ یہی زمانہ ہے جس میں حضرت مرزا غلام احمدؐ نے مہدی معہود ہونے کا دعوٰی کیا۔ کیونکہ ان اشعار میں نہ صرف مہدی دوران کا صاف ذکر ہے۔ بلکہ اس کی کھلی کھلی علامت کسوف وخسوف کا بطور نشان آسمان پر ظاہر ہونا بتادیا ہے۔ اور اس کا سن وسال بھی بتادیا گیا ہے۔ اس وقت کے علماء اور صوفیوں کے حالات اور زمانہ کی پہلی اور بعد کی حالت کا بھی اچھی طرح ذکر کر دیا گیا ہے۔

موجودہ زمانہ کے متعلق اشعار

اب میں وہ اشعار معہ ترجمہ اور کسی قدر تشریح کے ذیل میں درج کرتا ہوں۔

بیا کہ رائیت منصور بادشاہ رسید ٭ نوید فتح و بشارت بہ مہر و ماہ رسید
جمال بخت ز روئے ظفر نقاب انداخت ٭ کمال عدل بہ فریاد داد خواہ رسید
سپہر دورِ خوش اکنوں زند کہ ماہ آمد ٭ جہاں بکام دل اکنوں رسد کہ شاہ رسید
ز قاطعانِ طریق ایں زماں شوند ایمن ٭ قوافلِ دل و دانش کہ مرد راہ رسید
عزیز مصر برغم برادران غیور ٭ ز قعر چاہ برآمد بر اوج ماہ رسید
کجا است صوفی دجال چشم و ملحد شکل ٭ بگو بسوز کہ مہدی دیں پناہ رسید

اشعار کی تشریح

ان اشعار کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایسے بادشاہ کا جھنڈا جو غیبی نصرت یافتہ ہے یا فتحمند ہے۔ آپہنچا۔ اور فتح کی بشارت اور خوشخبری چاند اور سورج تک جا پہنچی۔ حدیث میں آیا ہے۔ مہدی کا نشان ہوگا۔ کہ اس کیلئے سورج اور چاند کو ماہ رمضان میں گرہن لگیگا۔ اللہ تعالیٰ کی بیحد رحمت ہے۔ کہ یہ کسوف وخسوف کا نشان ۱۳۱۱ھ کے رمضان شریف میں مکمل علامات بیان کردہ کے ساتھ وقوع میں آیا۔ اب اگر ہم رائیت منصور بادشاہ کے اعداد نکالیں تو یہ بھی ۱۳۱۱ ہی نکلتے ہیں۔

ر	ا	ئ	ی	ت	م	ن	ص	و	ر	ب	ا	د	ش	ا	ہ
۲۰۰	۱	۱	۱۰	۴۰۰	۴۰	۵۰	۹۰	۶	۲۰۰	۲	۱	۴	۳۰۰	۱	۵

اب دیکھ لو کس صفائی سے جناب خواجہ نے بتا دیا۔ کہ وہ جھنڈا جو منصور بادشاہ کا ہوگا۔ اور جس کا نشان سورج اور چاند میں ظاہر ہوگا۔ وہ ۱۳۱۱ھ میں ظہور پذیر ہوگا۔ جیسا کہ ہوگیا۔

(۱) ... (۲) خوش قسمتی نے اب وہ نقاب گرا دیا ہے۔ جو کامیابی کے منہ پر پڑا ہوا تھا۔ جس سے ظفر اور کامیابی پوشیدہ ہوگئی تھی۔ کیونکہ اب وہ جو کمال عدل ہے۔ مظلوموں کی فریاد کو آگیا۔ (۳) اب آسمان اچھا زمانہ لائیگا۔ کیونکہ ماہ (یعنی قمر) آگیا۔ اب تو جہان اپنے دل کی مرادیں پالیگا۔ کیونکہ جہان کا بادشاہ آگیا۔ اس سے کس صفائی سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جس زمانہ کو دورِ قمر بتایا تھا۔ وہ اس منصور بادشاہ کا زمانہ ہے جس کا نام قمر بھی ہے۔ جس کی تصریح میں اوپر کر آیا ہوں۔ (۴) اب عقل و دانش کے قافلے (ان کی حفاظت اور صحیح مصرف کے سامان) رہزنوں سے محفوظ ہو جائینگے کیونکہ اس راہ کا جو بہادر ہے۔ وہ آگیا۔ کیا یہ سچ نہیں۔ کہ مہدی کے آنے سے پہلے وہ لوگ جو دوسروں کو جاہل رکھکر انکے دین اور ایمان کی رہزنی کرنیوالے یعنے علماء سوء تھے۔ کہا کرتے تھے۔ کہ دین کی راہ میں عقل و دانش کی کوئی ضرورت نہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ ایسے لوگ تو اب بھی موجود ہیں اور لوگ ان کو مانتے بھی ہیں۔ اس کا جواب اس شعر کے اندر ہی موجود ہے۔ جہاں آنیوالے کو مرد راہ کہا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ اس کی حفاظت صرف ان لوگوں کو میسر ہوگی۔ جو اس کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے والے ہونگے۔ وہ راستہ صاف ضرور کر دیگا۔ لیکن باوجود اس کے جو لوگ جھاڑیوں اور خاردار اور پرخطر جنگلوں میں راستہ اختیار کرینگے۔ وہ اس کی حفاظت سے محروم رہیں گے۔ (۵) گو حاسد بھائی پسند نہ کرینگے۔ مگر عزیز مصر (یعنی وہ محبوب) اس (گمنامی اور مخالفت کے) کنوئیں سے نکل کر باہر آجائیگا۔ جس میں وہ اس کو ڈالینگے۔ اور ماہ کی بلندی پر پہنچیگا یعنی اسکا اکتساب فیض کمال کو پہنچکر وہ اسی چمک اور بلندی پر پہنچ جائیگا۔ کہ حاسدوں کی دسترس سے دور ہوگا۔ (۶) کہاں ہے وہ صوفی جس کا ظاہر تو ملحدانہ اور آنکھ دجال والی ہے۔ اسکو سنادے۔ کہ اب مہدی دین پناہ آگیا۔

نتائج

ان تمام تصریحات سے مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں۔ (۱) دورِ قمر یہی ہے۔ (۲) آنیوالے کا نشان سورج اور چاند میں ظاہر ہوگا۔ (۳) وہ نشان ۱۳۱۱ھ میں ہوگا۔ (۴) علماء سوء عقل و دانش پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کرینگے۔ اور وہ ان لوگوں کو جو راہ پر آئینگے۔ حفاظت میں لیگا۔ (۵) مولوی لوگ اس کو گمنامی اور بے عزتی میں دیکھنا چاہینگے۔ مگر وہ کامیابی اور بلندی پائیگا۔ (۶) صوفیوں کا ظاہر بھی خراب ہوگا۔ اور دین کے معاملہ میں بھی اندھے ہونگے۔ (۷) اسوقت جو ظاہر ہوگا۔ وہ مہدی ہوگا۔

اب اے خدا کے بندو اپنی جانوں پر رحم کرو۔ تمام نشان زمینی اور آسمانی پورے ہوگئے۔ آنیوالا آبھی گیا۔ مگر تم ابھی ضد پر اڑے ہو۔ اگر وہ آنیوالا حضرت مرزا غلام احمد مہدی معہود اور مسیح موعود نہیں۔ تو اور کون ہے۔ جس نے اس وقت دعوٰی کیا۔ کیا ان شہادتوں کو ردی میں پھینک دوگے۔ اور عقل و دانش کی حفاظت نہ کروگے۔ صاحب ہوش انسان کا یہ کام تو نہیں ہونا چاہیئے۔ وما علینا الا البلاغ۔ وکم من اٰیۃٍ یمرون علیھا صُمًّا و عُمیانًا۔ (خاکسار مولا بخش کلرک ... قادیان)

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کی سیرت کا ایک واقعہ

۸ر جولائی کا پرچہ "الفضل" میرے نام دی۔ پی تھا۔ اس لئے مجھے دیر سے ملا۔ اب جبکہ میں ایڈیٹوریل مضمون بعنوان "حضرت مرزا سلطان احمد صاحب خدا تعالیٰ کی آغوش رحمت میں" پڑھ رہا ہوں۔ تو میرے دل میں تحریک ہوئی۔ کہ حضرت مرزا صاحب مرحوم مغفور کی سیرت کے متعلق ایک واقعہ کا اظہار کروں۔

سید فقیر افتخار الدین صاحب جولاہور کے رہنے والے تھے۔ اور ضلع ہوشیارپور میں مہتمم بندوبست کے عہدہ پر فائز رہ کر بوجہ علالت ۱۹۱۳ء میں اس عہدہ سے سبکدوش ہوئے۔ ان کے اور حضرت مرزا صاحب مرحوم کے آپس میں نہایت پرانی اور گہری دوستی و یگانگت کے تعلقات تھے۔ اور ایسی دوستی کہ جس کی دنیاوی تعلقات میں بہت کم مثالیں ملتی ہیں۔ میں ۱۹۱۱ء میں فقیر صاحب کی پیشی میں تھا۔ مجھ پر بھی ان کی نظر عنایت عام مروجہ صورتوں سے بہت بڑھ کر تھی۔ میرے ساتھ ہمیشہ وہ اپنے عزیزوں کا سا سلوک فرماتے تھے۔ میں بھی کسی کسی موقعہ پر ان کی خدمت میں احمدیت کی صداقت کے متعلق عرض کر دیا تھا۔ آپ نے ایک دن اسی ضمن میں فرمایا۔ کہ میں اور مرزا سلطان احمد صاحب اس لئے غیر احمدی نہیں۔ کہ ہم احمدیت کو حق اور صداقت نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہم نہیں چاہتے۔ کہ اس پاک سلسلہ میں ہمارے جیسے آدمی شامل ہو کر اس کی بدنامی کا موجب ہوں۔ اور فرمایا۔ مرزا سلطان احمد صاحب کے ساتھ اگرچہ میرے تعلقات بہت پرانے ہیں۔ ضلع ملتان میں جب ہم اکٹھے تھے۔ اس سے بھی پہلے کے ہیں۔ لیکن ان کی صحیح سیرت کا مجھے تب ہی اندازہ ہوا۔ جبکہ میں کابل میں برٹش ایجنٹ تھا۔ اور حضرت مرزا صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام) نے ۱۹۰۸ء میں رحلت فرمائی۔ اور میں نے مذاق کے طور پر اپنے خط میں ان کو "خدا کا پوتا" لکھ دیا۔ میری اس حرکت سے مرزا سلطان احمد صاحب کو سخت رنج ہوا۔ اور انہوں نے مجھے لکھا۔ کہ افسوس ہے۔ میرے اور تمہارے بہت قدیم سے تعلقات ہیں۔ لیکن آج تک تم مجھے پہچان نہیں سکے۔ اور میرے ساتھ سلسلہ خط و کتابت بند کر دیا۔ جس پر میں نے معافی مانگی ؛

خاکسار
علی محمد (افسر مال) راولپنڈی

زمینداروں کی افسوسناک اقتصادی حالت

ہندوستان کے زمینداروں کی حالت ایک ایسے بیل کی سی ہے۔ جس پر ایک شخص سوار ہو۔ اور اس کے سر پر روئی کا گٹھا رکھا ہو۔ اور روئی کے گٹھا پر دس من وزنی پتھر پڑا ہو۔ (کسان، زمیندار، سود خوار بنیا اور گورنمنٹ) کیا اس بیل کے بچنے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے۔ نہیں۔ اور یقیناً نہیں اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ ہندوستان کی آبادی چونتیس کروڑ نفوس سے کچھ زیادہ ہی ہے جس کا ۸۰ فی صدی حصہ زمیندار ہے زمین اعلیٰ قسم کی ہے۔ مگر موجودہ وقت میں متعدد انسان کم ذرائع کی وجہ سے بھوکے مر رہے ہیں۔ لاکھوں انسان اس زمین پر ایسے ہیں۔ جن کو چوبیس گھنٹے میں ایک بار کھانا میسر آتا ہے۔ اور گنتی کے صرف چند لاکھ ایسے ہوں گے جنکو دن میں دو بار روٹی مشکل سے ملتی ہوگی۔ آخر اس کا کیا باعث ہے جب ہم اس کا سبب معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہندوستان کے ہندوؤں کی غداری اور غیر ملکی قوم سے ان کا تعاون صاف صاف نظر آتا ہے۔ آج ہندوستان کے زمیندار قرض اور سود کی بلائیں گرفتار ہو کر فاقہ کشی کی حالت تک آ پہنچ گئے ہیں۔ ان کو نہ صرف بنیوں کا سود ادا کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ گورنمنٹ کے قرضہ کا سود قریباً چالیس کروڑ روپیہ سالانہ ادا کرنا ہوتا ہے۔ ہندوستان میں کوئی پیداوار سوائے زمین کے نہیں۔ نہ کوئی ایسی صنعت کے کارخانے ہیں جو غیر ملکوں کو اپنی صنعتی اشیاء دیکر روپیہ لا سکیں۔ ہندوستان کا قومی قرضہ سلطنت مغلیہ کے وقت میں ایک کوڑی بھی نہ تھا۔ مگر ایسٹ انڈیا کمپنی کے وقت سے یہ بلا گلے لگی۔ ۱۷۹۳ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی پر ستر لاکھ پونڈ قرضہ تھا۔ ۱۸۳۶ء میں تین کروڑ تین لاکھ پونڈ ہوا۔ اور ۱۸۴۶ء میں چار کروڑ پینتیس لاکھ پونڈ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد چھ کروڑ بچانوے لاکھ پونڈ تک پہنچا۔ ملکہ معظمہ کے اعلان شاہی کے بعد یہ قرض گورنمنٹ آف انڈیا کے نام منتقل ہو کر ۱۸۶۲ء میں دس کروڑ پونڈ ہو گیا۔ اس کے بعد پونڈ کے قرضہ کے علاوہ روپوں کا قرض بھی ہونے لگا۔ اور ۱۸۷۶ء میں ہندوستان کا قرض ۷۲ کروڑ روپیہ اور سٹرلنگ قرضہ پانچ کروڑ ساٹھ لاکھ پونڈ پر پہنچا۔ ۱۸۹۰ء میں روپوں کا قرضہ ایک ارب پونے تین کروڑ اور سٹرلنگ کا قرض دس کروڑ ہنتالیس لاکھ پونڈ ہوا۔ ۱۹۰۲ء میں روپوں کا قرض ایک ارب سوا پندرہ کروڑ روپیہ اور سٹرلنگ کا قرضہ ۱۳ کروڑ پینتیس لاکھ پونڈ ہو گیا۔ اور ۱۹۱۰ء میں روپوں کا قرض ایک ارب ۳۸ کروڑ روپیہ اور سٹرلنگ کا قرضہ ۱۷ کروڑ اسی لاکھ پونڈ ہوا۔ ۱۹۲۵ء میں روپوں کا قرض تین ارب اور ساڑھے تیرہ کروڑ روپیہ اور سٹرلنگ کا قرضہ ۳۴ کروڑ دس لاکھ پر پہنچا۔ ۱۹۲۷ء میں جب روپے کی قیمت ایک شلنگ چھ پنس بنائی گئی۔ تو روپوں کا قرض چار ارب سولہ کروڑ روپیہ اور سٹرلنگ قرضہ ایک شلنگ چھ پنس فی روپیہ کے حساب سے چار ارب باون کروڑ کا ہوا ہے۔ ۱۹۲۷ء کے بعد کوئی سال ایسا نہیں گیا۔ جس میں اس قرضہ میں اضافہ نہ ہوا ہو۔ ان چار سالوں میں قریباً ایک ارب روپیہ کا اضافہ ہو گیا ہے۔ جس کے سود کی ادائیگی بھی ساتھ ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔ ہندوستان کی خانگی دولت جو سونا اور چاندی کی صورت میں امیر و غریب ہر ایک کے گھر میں آج سے ساٹھ ستر سال قبل تھی۔ اس میں سے سونا تو نکلتا گیا۔ اور چاندی کا ذخیرہ جو رہا۔ اس کی قیمت کم ہوتی گئی۔ چنانچہ میری آنکھوں دیکھتے ۱۸۹۳ء میں ایک اونس یعنی ڈھائی تولہ چاندی کی قیمت ۴۴ پنس تھی۔ جو آج تیرہ پنس رہ گئی ہے۔ آج سونے کا بھاؤ ایک اونس کا ۴ ۱/۲ پونڈ ہے۔ اور چاندی کا تیرہ پنس۔ گویا ایک حصہ سونا ۷۲ حصہ چاندی کے برابر ہو گیا۔ آج ہندوستان کا کوئی آدمی روپیہ لے کر دنیا کے کسی حصہ میں جائے۔ تو چاندی کے حساب سے اس کی قیمت پانچ پنس کے قریب اس کو ملے گی۔ ہندوستان چونکہ زراعتی ملک ہے۔ اور زراعت کا کام زمیندار ہی کرتے ہیں۔ ان کا مال دنیا میں جا کر ایک روپیہ کے مال کی قیمت صرف پانچ پنس لاتا ہے۔ ہندوستان کیوں روز بروز مفلس ہوتا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے اسباب آمدنی کم اور اخراجات زیادہ ہیں۔ کیا کوئی ملک جس کی آمدنی سالانہ قریباً پچاس ساٹھ روپیہ فی کس ہو وہ کبھی سربلند ہو سکتا ہے۔ تاوقتیکہ تاجرانہ اصول کے مطابق آمدنی سے خرچ کم نہ کیا جائے۔ جو تاجر خرچ زیادہ رکھے اور آمدنی کی کمی کو قرض سے پورا کرے۔ وہ آخر ایک نہ ایک دن دیوالیہ ہو کر ہی رہیگا ؛

ہندوستان کی اندوختہ دولت ہمیشہ سونا اور چاندی کے زیورات میں جمع ہوتی رہی ہے۔ سونا امراء اور بڑے دولتمند ساہوکاروں کے گھروں میں عوام کے گھروں میں صرف چاندی کے زیورات ہی نکلیں گے۔ جو قدیم دستور کے موافق عوام میں اس وجہ سے مرغوب تھے۔ کہ خوشحالی کے وقت وہ سنگار کا کام دیتے۔ اور مالی مشکلات کے وقت ایک سہارا ہوتے۔ ۳۲ کروڑ کی ہندوستان کی آبادی پر اگر اس کی اندوختہ دولت فی کس ۱۰۰ تولہ چاندی کا حساب لگایا جائے۔ تو چونتیس ارب کی دولت ہوتی ہے۔ مگر اس کے مقابل اس کی موجودہ قیمت شمار کی جائے۔ تو اس کا ۱/۳ حصہ ہو جاتا ہے۔ گویا زیور کے رنگ میں جو چاندی ہندوستان کے لوگوں کے پاس ہے۔ اس میں سے جادو کے کھیل کی طرح ۲۲ ارب روپیہ گھر ہی گھر میں رکھے اڑ گیا۔ ہندوستانیوں کو سب سے بڑی ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ ہر ہندوستانی کو پیٹ بھر کر روٹی ملے۔ ہندوستان میں مسلمان پٹھانوں اور مغلوں کی شہنشاہیت کا زمانہ دراز تک رہی مگر کسی کتب تاریخ میں یہ واقعہ نظر نہیں آتا۔ کہ کوئی ہندوستان کا باشندہ بھوک سے مرا ہو۔ لڑائیاں ہوتی رہیں۔ وبائیں آتی رہیں۔ قحط پڑے۔ لوگ مرتے بھی رہے۔ تاہم بھوک سے کوئی قوم یا کوئی فرد نہ مرا۔ کہتے ہیں کہ اب زمانہ امن کا ہے۔ لیکن اس امن کو لوگ اوڑھیں یا بچھائیں۔ جبکہ بھوکوں مر رہے ہیں۔ اور کوئی پرسان حال نہیں۔ بیسیوں خودکشیاں متواتر ہوتی ہیں۔ جن کی وجہ صرف افلاس اور بھوک ہے۔ کوئی دن خالی نہیں ہوتا۔ کہ ایسی خبر کسی نہ کسی اخبار میں پڑھی جاتی ہو۔ ہزاروں بدکاریاں خفیہ اور علانیہ صرف

ایس عالم

علاج ہومیوپیتھک ایک نہایت ... ہے اس بے بہا سیاست میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کیلئے بے انتہا فوائد رکھے ہیں - زہر کو تریاق اس ہی سائنس نے ثابت کیا - قلیل دوا زیادہ فائدہ روپوں کا کام پیسوں سالوں کا کام دنوں میں ان ہی دواؤں سے ہوتا ہے - ہر مزاج کے موافق ہزاروں بچوں عورتوں مردوں پر آزمودہ دیکھنے میں بھلی کھانے میں مزے دار سفر حضر گھر باہر ریل ٹرام فرصت بغیر فرصت ہر وقت ہر جگہ قابل استعمال سخت سے سخت تکلیف میں کام دیتی ہیں بیماری کو جڑ سے کاٹنے والی جلاب نشتر اور چیر پھاڑ کی تکلیف سے چھڑانے والی - غرض ہر طرح قابل قدر صرف مریض اپنا مفصل حال لکھے - ہر تکلیف دماغ سے لیکر پاؤں تک بیان کرے - مزاج اور بیرونی اثرات سے مرض کا گھٹنا بڑھنا بتائے - پھر دیکھیے انشاء اللہ چھوٹی چھوٹی سفید گولیاں کتنی زود اثر ثابت ہوتی ہیں - بفضل خدا ہزاروں زندگی سے مایوس تندرست ہو چکے ہیں دوسروں سے میرا تعارف کرا کر ثواب حاصل کیجئے - مردانہ و زنانہ ظاہر و پوشیدہ ہر قسم کی بیماری کیلئے آپکے مقامی ڈاکٹروں کی ادویات سے بہتر کم قیمت زود اثر مجرب امریکہ اور جرمنی کی تیار شدہ ادویات: ملنے کا پتہ: - **ڈاکٹر محمد حسن احمدی**

ایم - ڈی - ایچ - ایس - بیری اکبر پور کان پور

سیرۃ النبی جلد ثالث پر تنقیدی نظر

... ہے - باعث ازدیاد ایمان ہوگا - جس میں سیرۃ النبی جلد ثالث پر ناقدانہ نظر ڈالکر ڈاکٹر محمد عمر صاحب پی - ایم - ایس نے ان لغزشوں پر علمی روشنی ڈالی ہے - جو مصنف نے اس معرکۃ الآرا کتاب میں کی ہیں - اور یہ ضروری کر دیا ہے - کہ جو لوگ سیرۃ النبی جلد ثالث پڑھیں - وہ اس تنقید پر بھی نظر ڈالیں اس کتاب کی صرف چند کاپیاں باقی ہیں: قیمت فی جلد ۸ر ملنے کا پتہ

شوکت تھانوی زرد محل امام باڑہ آغا باقر لکھنؤ

ترقی کا راز

سپورٹس کی اشیاء رعایتی قیمتوں پر احمدی فرم سے حسب الارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز خرید فرمائیں انگلستان جس چیز کے ذریعہ ترقی کر کے ۱/۴ حصہ دنیا پر قابض ہوا - وہ سپورٹس ہے - اس لئے احباب سپورٹس مین بننے کی کوشش کریں:

والی بال کیس زرد رنگ ۱۲ پیس اول درجہ فی عدد
" " رنگین سرخ و سبز درجہ اول " دوم
" نیٹ عمدہ اول درجہ فلیتہ دو طرفی
" " " دوم " یکطرفہ
" " " سوم
بلیڈر نمبر ۴ برائے والی بال نمبر ۴ — ۱۲ر
ہاکی سٹکس لیڈر سپیشل اول درجہ رگدار عمدہ قسم
" لیڈر بونڈ اول درجہ عمدہ قسم " دوم
" " دوم
بلی سفید چمڑا اول درجہ ریکارڈ کراؤن
" دوم ...
" سوم ...

نظام اینڈ کو شہر سیالکوٹ

رشتہ مطلوب ہے

ہماری جماعت شملہ کے ایک نہایت ہونہار - صالح و متدار کنوارے گریجوایٹ کیلئے ایک نہایت مقبول صورت - نجیب الطرفین - ذہین تعلیم یافتہ اور مبائع مخلص احمدی کنوارے رشتہ کی ضرورت ہے - عزیز موصوف کی عمر ۲۵ سال ہے - نہایت عمدہ صحت رکھتے ہیں اور شملہ کے ایک دفتر میں ۷۵ - ۴ - ۲۵ ایکے گریڈ میں ملازم ہیں - ضرورتمند اصحاب مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں:

فضل محمد خان - دفتر ڈی - ایف - اے - ورکس ایڈ مبیرسن شملہ

جدید انگلش ٹیچر کو دیکھکر

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ - یاد آگیا

جناب ماسٹر بدیع الدین صاحب ہاہوری سکول ... فرماتے ہیں آج تک میری نظر میں دو کتابیں لڑکوں کی تعلیم ہدایت کیلئے درجہ اولی رکھتی تھیں - لیکن اب جدید انگلش ٹیچر مصنفہ ماسٹر صدیق خان کو دیکھ کر خدا کا کلام فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یاد آگیا - درحقیقت یہ کتاب بھی اپنی نظیر آپ ہی ہے - براہ مہربانی ایک اور کتاب اس پتہ پر ارسال کر کے ممنون فرمائیں:

جناب آمنہ بیگم صاحبہ دختر جناب شیخ عبدالرحمن صاحب فوجی جمعدار قادیان تحریر فرماتی ہیں - جدید انگلش ٹیچر کو جیسا سنا کرتی تھی - اس سے اعلیٰ اور بہتر پایا - میں نے انگریزی میں کافی سے زیادہ لیاقت حاصل کر لی ہے - اور انگریزی گرامر سے خوب واقفیت ہو گئی ہے جس کیلئے میں مصنف کی بہت مشکور ہوں - کیونکہ اس کے بغیر میں انگریزی میں اسقدر لیاقت حاصل نہ کر سکتی تھی - وہ لوگ جو اپنی پردہ دار لڑکیوں کو گھر میں ... پڑھا سکتے ہوں - ان کیلئے یہ کتاب مفید ثابت ہوگی - قیمت ڈیڑھ روپیہ علاوہ محصولڈاک - اگر لائق استاد کی طرح انگریزی نہ پڑھا سکے تو کل قیمت واپس منگوالیں:

قمر برادرز (الف) شملہ

پیٹ کی جھاڑو

یہ نسخہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بتایا ہوا ہے یہ امراض شکم خاص کر قبض کے لئے نہایت مفید ہے - آپ نے فرمایا کہ یہ پیٹ کی جھاڑو ہے آپکے والد صاحب مرحوم نے اس نسخہ کو ... سال کی عمر تک استعمال کیا اور قبض و پیٹ کی صفائی کیلئے بہت مفید پایا - ... یہ گولیاں احباب کے پاس ضرور ہونی چاہئیں - تاکہ بوقت ضرورت کام آ سکیں ... صرف ایک گولی شام کو سوتے وقت نیم گرم پانی یا دودھ ... استعمال فرمائیں قیمت ساٹھ گولی معہ محصولڈاک ... پتہ: - عزیز منزل محلہ دارالفضل قادیان دارالامان

شربت فولاد

عورتوں کی بیماریاں متعلقہ رحم کمی و بیشی حیض ناطاقتی اٹھرا اور ہسٹیریا کی بہترین دوا ہے

مکرمہ بنت ظہور الحق صاحب فاروقی مرحوم انسپکٹر ڈاکخانہ رئیس شاہلی لکھنؤ ہیں - کہ میں نے تین بوتلیں شربت فولاد استعمال کی ہیں - شربت واقعی مفید اور امراض مستورات کی بہترین دوا ہے اس لئے تین بوتلیں اور بھیجدیں مشکور ہونگی:

قیمت فی شیشی پچاس خوراک دو روپے محصول ۸ر

تیار کردہ فیض عام میڈیکل ہال قادیان

فروخت اراضی

میں اپنی پیار گھماؤں اراضی جو کہ چاہ متصل قادیان ... رہن کرنا چاہتا ہوں - ایکہزار روپیہ کے عوض رہن کر دونگا خواہشمند احباب مجھ سے خط و کتابت کریں - والسلام

چوہدری غلام حسن سفید پوش چک ۱۰۵ علی آباد جھنگ برانچ ڈاکخانہ فرید آباد ضلع لائلپور

۲ ۳۱/۷

بے دردی سے پامال کئے جا رہے ہیں۔ اس وقت وہاں مسلم گریجوایٹوں کی تعداد بہت کافی ہے۔ مگر انہیں کوئی ملازمت نہیں دی جاتی۔ یا اگر بہت مہربانی ہو۔ تو کسی ادنٰے سے کام پر لگا دیا جاتا ہے۔ اور جب ایک ملک کی ۹۵ فیصدی آبادی کو اس کے جائز حقوق سے صریح ناانصافی کر کے محروم رکھا جائے۔ اس کے دل میں ناراضگی کے جذبات کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ لیکن نہایت ہی افسوس ہے۔ کہ ریاست کے ذمہ دار حکام بجائے اس کے کہ مسلمانوں کے جائز مطالبات منظور کریں۔ ان کی خفگی کو رائفلوں اور بندوقوں سے دور کرنا چاہتے ہیں۔ جموں کے حکمرانوں نے کشمیر کو فتح نہیں کیا تھا۔ بلکہ انگریزوں نے اسے ان کے ہاتھ ایک حقیر سی رقم کے بدلے فروخت کر دیا تھا۔ لہٰذا وہاں جو کچھ ہو رہا ہے۔ حکومت برطانیہ بھی اس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتی۔ مزید براں ریاست آخر کار برطانیہ کے ماتحت ہے۔ اور موجودہ حکمران جو محض ایک جیت تھا۔ ریاست اور اختیارات کے لئے حکومت برطانیہ کا ممنون احسان ہے۔ اس لئے حکومت برطانیہ کا فرض ہے۔ کہ وہ کشمیر کے بے بس مسلمانوں کی شکایات کے ازالہ کے لئے جو کچھ کر سکتی ہے۔ کرنے سے دریغ نہ کرے ؎

کشمیر کی اپنی علیحدہ زبان ہے۔ اور اس کا تمدن۔ اور مذہب وغیرہ جموں سے بالکل جداگانہ ہے۔ اس لئے ڈوگرا وزراء سے کشمیری مسلمانوں کے حق میں کسی بہتری کی توقع نہیں ہو سکتی۔ اور انہیں اس وقت تک امن حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ ان کی اپنی وزارت کے ذریعہ مہاراجہ جموں ان پر حکومت نہ کریں۔ لہٰذا انسانیت کے نام پر میں یور ایکسیلینسی سے پرزور اپیل کرتا ہوں۔ کہ آپ کشمیر کے لاکھوں غریب مسلمانوں کو جنہیں برٹش گورنمنٹ نے چند سکوں کے عوض غلام بنا دیا۔ ان مظالم سے بچائیں۔ تا کہ ترقی اور آزاد خیالی کے موجودہ زمانہ کے چہرہ سے یہ سیاہ داغ دور ہو سکے۔

کشمیر بے شک ایک ریاست ہے۔ مگر اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ یہ ناانصافی سے پنجاب سے علیحدہ کیا گیا ہے۔ اور دوسرے صوبجات کے مسلمانوں کی طرح پنجاب کے مسلمان کشمیری مسلمانوں پر ان مظالم کو کسی صورت میں برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے اگر حکومت ہند اس میں مداخلت نہ کرے گی۔ تو مجھے خطرہ ہے مسلمان اس انتہائی ظلم و ستم کو برداشت کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوئے گول میز کانفرنس میں شمولیت سے انکار نہ کر دیں۔ اور انتہائی مایوسی کے عالم میں کانگرسی رو میں نہ بہہ جائیں ؎

—— راولپنڈی میں ایک ہندو بیرسٹر کی لڑکی پر حملہ کرنے کے الزام میں جو شخص گرفتار ہوا تھا۔ اسے پانچ سال قید سخت اور پچاس روپیہ جرمانہ کی سزا ہوئی ہے۔ سزا کے بعد تین سال کے لئے نیک چلنی کی ضمانت داخل کرنی ہوگی ؎

ہندوستان اور غیر ممالک کی خبریں

—— پرتاپ کے نامہ نگار کو ایک سرکردہ کانگرسی لیڈر سے معلوم ہوا ہے۔ کہ گاندھی جی وائسرائے سے جو ملاقات کرنے والے ہیں۔ اس میں گاندھی ارون معاہدہ کی خلاف ورزیوں کی تفصیل پیش کریں گے۔ اور اگر یہ ملاقات کسی حد تک بھی کامیاب ہو گئی تو آپ وائسرائے سے کہیں گے کہ میں کانگرس کی طرف سے واحد نمائندہ گول میز کانفرنس میں شامل نہیں ہونگا۔ بلکہ دوسرے لیڈر بھی نمائندوں کی حیثیت سے شامل ہوں گے ؎

—— چونکہ کانگرس کا اثر اس کی خانہ جنگیوں اور بد عنوانیوں کے طفیل روز بروز گھٹ رہا ہے۔ اس لئے ہندو اخبار غلط پروپیگنڈا سے اس کی ساکھ قائم رکھنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ دو تین روز ہوئے انہوں نے لکھا تھا۔ کہ امرتسر میں غازی چلو پارٹیوں میں سمجھوتہ ہو گیا ہے اور غازی عبدالرحمن چلو پارٹی سے مل کر کام کرنے کو تیار ہو گئے ہیں۔ مگر غازی صاحب کی پارٹی نے اس کی پرزور تردید کی ہے ؎

—— نظام حیدر آباد کی ریاستی لیجس لیٹو کونسل نے ایک قانون پاس کیا ہے۔ جس میں غلاموں کی تجارت ممنوع قرار دے دی گئی ہے ؎

—— معلوم ہوا ہے کہ پنڈت مدن موہن مالوی بھی ۱۵ اگست کو گاندھی جی کے ساتھ لنڈن جائیں گے۔ سر تیج بہادر سپرو بھی اس جہاز میں جا رہے ہیں ؎

—— شملہ ۱۵ جولائی گاندھی جی مسز گاندھی اور مسٹر مہادیو ڈیسائی دوپہر کو یہاں پہنچے۔ معلوم ہوا ہے۔ وائسرائے نے انہیں تار دیکر بلایا ہے۔ نمائندہ پریس کے استفسار پر کہا۔ ممکن ہے مجھے دو یا تین دن تک ٹھہرنا پڑے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ انگلستان کو روانگی سے پیشتر ہندو مسلم سوال حل ہو جائے گا یا نہیں۔ البتہ ہم کوشش کر رہے ہیں۔ شام کو چھ بجے مسٹر ایمرسن سے ۳ گھنٹہ تک طویل ملاقات کی سمجھوتہ دہلی کے سلسلہ میں مختلف صوبجاتی حکومتوں کی پالیسی پر بحث ہوتی رہی ؎

—— کانپور۔ ۱۵ جولائی ہندو تیوہار رتھ یاترا کے سلسلے میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے نماز کے وقت مسجدوں کے سامنے باجہ بجانے کی ممانعت کر دی ہے۔ ۱۷۔ ۱۸ جولائی کے لئے پولیس کے بھی خاص انتظامات کئے گئے ہیں ؎

—— (لاہور ۱۵ جولائی) آج مسٹر عبدالحق ایڈیٹر زمیندار پر فرد جرم لگا دی گئی ہے۔ استغاثہ کی طرف سے چند شہادتیں ہو گئیں۔ جن میں پولیس کے بیانات شامل تھے ملازمین کے بیان ہوئے ؎

—— شملہ۔ ۱۴۔ آج کل سیاسی حلقوں میں یہ خبر گشت لگا رہی ہے کہ وفاقی سب کمیٹی کے ممبروں کی فہرست چہار شنبہ یا پنجشنبہ کو شائع ہو جائے گی۔ گول میز کانفرنس کے مندوبین کی فہرست مکمل کرنے کی کوشش ہو رہی ہے اور عنقریب شائع ہونے والی ہے ؎

—— امرتسر ۱۵ جولائی۔ مقامی پریس ورکرز یونین وزیر ہند پرنٹنگ پریس میں پکٹنگ کر رہی ہے۔ یونین مذکور نے پریس کے اس حکم کے خلاف کہ کارکنان پریس سکھ مختلف افراد و فرقہ کو متعلقہ فرقہ وار تعطیلات دی جایا کریں گی۔ بطور احتجاج یہ روش اختیار کی ہے چنانچہ ۱۰۰ کاریگر داران پریس میں سے محض تین اشخاص کام پر حاضر ہوئے ؎

—— ۱۳ جولائی سری نگر میں مسلمانوں کے ایک ہجوم پر پولیس نے گولی چلا دی۔ اس وقت تک اس واقعہ کے متعلق ہندو ذرائع سے جو خبریں پہنچی ہیں۔ ان کا مفہوم یہ ہے۔ کہ ایک مسلمان پر جسے مسلمانوں کے ایک مجمع میں تقریر کرنے کی وجہ سے گرفتار کیا گیا تھا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ دائر تھا۔ ۱۳ جولائی جیل خانہ کے اندر مقدمہ کی سماعت ہونے والی تھی۔ کہ مسلمانوں کا ایک ہجوم جیل کے دروازہ پر جمع ہو گیا۔ جو بالفاظ ایسوسی ایٹڈ پریس چھڑیوں۔ لاٹھیوں اور پتھروں سے مسلح ہو کر جیل پر حملہ کرنے کے لئے آیا تھا۔ اس نے جیل خانہ کے پہرہ داروں پر قبضہ پا لیا۔ جس پر پولیس نے گولی چلا کر ۹ مسلمانوں کو قتل اور بیسیوں کو زخمی کر دیا۔ اس کے بعد ہجوم شہر کی طرف واپس ہوا۔ تو ہندو مسلمانوں کا تصادم ہو گیا۔ ہندوؤں کی دوکانوں کو آگ لگا دی گئی۔ ان کی بہیاں پھاڑ ڈالی گئیں۔ فوج کے ذریعہ امن قائم کیا گیا۔ ۱۵ جولائی تک دو سو کے قریب مسلمان گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ مہاراجہ صاحب نے واقعہ کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا ہے۔ جو چیف جسٹس ہائیکورٹ کے دو ججوں ایک غیر سرکاری ہندو اور ایک غیر سرکاری مسلمان پر مشتمل ہے۔ مہارانی صاحبہ کی طرف سے مقتولین کے پس ماندگان کو ۳ ہزار روپیہ دینے کا اعلان کیا گیا ہے۔ مقتولین کے جنازوں کا جلوس نکالا گیا۔ اور بڑی مسجد کے نزدیک انہیں دفن کر دیا گیا۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ کے نامہ نگار کا بیان ہے۔ کہ سماعت کنندہ سشن جج جب جیل کے دروازہ میں داخل ہو کر مقدمہ کی سماعت کیلئے جانے لگا۔ تو مسلمانوں کے ہجوم نے جو جیل کے دروازہ پر جمع تھا۔ اس سے رحم کی......

عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا ؎